



13/4
JUNE
1961

هیر

As. -9-

25/6
ایدیٹر: گورکھ ناتھ نندہ



چند سالہ
سات روپے
7/-



ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ

مالک غیرست
نور روپے
9/-

فہرست مضامین جون ۱۹۴۱ء

قیمت فی پرچہ
56
نئے پیسے

نمبر شمار نام مضمون صاحب مضمون نمبر صفحہ

۱	پر ارغضا	۲
۲	شرم اور گیان	۳
۳	مناجات	۸
۴	سنت روید اس جی	۹
۵	لطیف	۱۲
۶	پیشرو زندگی	۱۳
۷	اُسے کہاں دیکھا	۱۴
۸	ہرشیل کے وسیلے گیت	۱۷
۹	وہ کیا ہی ہے تھا	۱۹
۱۰	اوم کا حلقہ سرنگ	۲۰
۱۱	آج کی بات (نظم)	۲۲
۱۲	جنگ لاٹھا جی	۲۴
۱۳	ابدی سکھ	۲۵
۱۴	جھگت نیلا مبراس	۲۶
۱۵	شندرسین	۲۹
۱۶	جھگت چنڈی داس	۳۰
۱۷	عاشق و دہانی	۳۳
۱۸	سچا عاشق	۳۴
۱۹	مجریات	۳۶
۲۰	انسانوں کی بستی (نظم)	۳۵
۲۱	زندگی اور موت کے سوال کا حل	۳۷

تمام شری گورکھ ناتھ ایڈیٹر دیر دیر اور شری برہما مندی سے پرستار دیلشکر کھنہ بھوپرین چاوری باندرہ می پچھا اور
دستور رسالہ 'اوم' اندرون جمہوری گیت ہوا ۶-۷ سے شائع ہوا

پیر ارکھنا

مجھے دھرم دید سے ایشور سدا اس طرح کامیاد
 وہ کیلچہ رام کو جو دیا وہ جگر جو بدھ کو عطا کیا
 نہ ہو شمنو سے مجھے گلہ کروں میں بدی کی جگہ بھلا
 نہیں مجھ کو خواہش مرتبہ نہ ہے مال و زر کی ہوس مجھے
 نہ تپسی کا مرتبہ دیکھ کر جلے دل میں زار حسد کبھی
 مجھے پرانی مارت کی واسطے کر دسوز دل وہ عطا پتا
 میری ایسی زندگی ہو بس کہ ہوں سہروردی سے سائے
 ہے پریم کی یہی کامنا یہی ایک اس کی ہے آرزو

مجھے عشق میں اپنے شیدا بنا
 رہوں یاد تیری میں ہر صبح و شام
 یہ فکر ہے دنیا جو ہیں بسکہ طول
 عدوان خمسہ سے بچو بچا
 تھکا ماندہ از بس میں ہوں یا اللہ
 مقابل میں دشمن لگائے میں گھات
 نہیں چین آتا مجھے ایک آن
 بحالت تذبذب پریشان ہوں
 شرارت سے اس نفس بد کے بچا
 ڈریں ادلیا ہم نہ فکر لیں
 مے کھاتا غذا خون دل کی میری
 بٹانہ یہ صد پیش لانا ہے تب
 نہ دل کی میری بات ہے مانتا
 ہوئی تلخ ہستی ہے اس سے مری

خدا یا! یہ میری تو سن التجا
 سوا یاد تیری نہ ہو اور کام
 حلاوت دے ایسی کہ بس جاؤں بھول
 نگاہ تملطف سے مجھ کو خدا
 غریب الوطن ہوں گم کردہ راہ
 نہ ہمراہ رفیق ہے کوئی میرے ساتھ
 سکتے یہ ہیں دمبدم میری جان
 کروں کیا الہی! میں حیران ہوں
 تو کر رحم حالت پہ میری خدا
 یہ درپردہ کرتا بسا مجھ سے کہیں
 یہ مار سیما آستین نہا میری
 عزم ینک کرتا ہوں میں دلیں جب
 یہ امر دزد فردا پہ ہے بالنتا
 یہ اپنی کر رہے ہے نہ مانے مری

کرد دستگیری میری یا خدا
 رہوں تا حضری میں تیری سدا

کرم اور گیان

(اندری سنت ہری سنگھ جی ہاراج ۱۱/۶۔ ایٹ پٹیل نگر نئی دہلی)

"پھل کارن پھولی بن راے پھل پا کے توں پھول بلاے
گیانے کارن کرم ابھیاں گیان بھیا توں کرم میں ناس" (گوربانی)

دھرم گرتھوں میں کرم پھل سے گیان کا پھل چونکہ بہت ادھک مانا گیا ہے۔ اس لئے کرم کی نسبت گیان کو بہت ہتھواصل ہے۔ اس بات کو دھلانے کے لئے یہ نیچے کی آکھیاں بیان کی جاتی ہیں۔ چھاند دیگہ ایشد میں راجہ جان شرتی کا ذکر آیا ہے۔ ایشد بتلاتی ہے کہ راجہ جان شرتی بہا دانی اُدار اور دھرماتما تھا۔ اُس نے غریب غمناکے تائیں دان کرم کی وجہ سے نیز اپنی اُدارا کے سبب لوگ میں کافی شہ پر اپت کیا تھا۔ اُس کے ہاں دان کرنے کے لئے بہت سا اُن روزانہ لکایا جاتا تھا۔ اُس نے اسی آشی سے کہ سب یا تری اُس کا ہی انہ کھادیں۔ جگہ جگہ دھرم شالائیں اور نواس استھان بنوا دیئے تھے۔ اس سے اُس کا یہ مطلب تھا کہ اُن دھرم شالادوں میں نواس کرنے والے لوگ اُس کا ہی اُن بھوجن کریں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ جب راجہ گرمی کے موسم میں شام کے وقت اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا تو اُس نے دیکھا کہ ہنس اُڑتے ہوئے اُس کے محل کے اوپر سے گزرے ہیں اور آپس میں اس طرح بات چیت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک ہنس نے دوسرے سے کہا۔ اریہ دیکھ راجہ جان شرتی کا تیج سورگ لوگ کے سمان تمام طرف پھیل رہا ہے۔ تو اُسے مت چھو الیسا نہ ہو کہ وہ تجھے بھسم کر دیوے۔ ناظرین اس میں تعجب نہ کرنا کہ الیا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا بھلا بھی پکھشی بھی آدمیوں کی طرح بات چیت کیا کرتے ہیں جسے راجہ جان شرتی نے سنا۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ پکھشی کوئی برشی ہوں یا دیوتا۔ وہ جان شرتی راجہ کے گنوں سے سنتشٹ ہو کر اُسے کچھ سکھنا دینے کی غرض سے ہی ہنس کے روپ میں اُس کے محل کے اوپر سے گزرے تھے اور بات چیت بھی آپس میں اتنی ہی دُوری پر سے کرتے تھے کہ جسے راجہ بخوبی سن پاوے۔ شاید اس غرض سے ہی اُن کا اُنا ہوا تھا کہ اتنے یہاں دان کرم سے راجہ کے من میں ابھیمان اُٹھیں نہ ہو جاوے کیونکہ نیک کام کرتے ہوئے ابھیمان کے بھی اُدے ہو جانے کی سمجھا دنا ہو سکتی ہے۔ اس لئے راجہ کے بھی اُس اندکار کا انکو پریدانہ ہو جاوے۔ وہ آسے اپدیش دینے کے لئے اُس کے نزدیک ظاہر ہوئے تھے۔

اس طرح جب اُڑتے ہوئے اگلے ہنس پکھشی سے پھلے ہنس نے کہا تو اُسے سُر کردہ بولا۔ اریہ تو کس ہتھو کو ایکر اس راجہ کی اس طرح اُستتی کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تو شاید اُس کا ڈی دان ریک کر نہیں جانتا جس کے مقابلے میں یہ راجہ کچھ بھی دقت نہیں رکھتا۔ اس پر اُس نے پوچھا بھلا وہ ریک گاڑی دان کون ہے۔ اور کیسا ہے۔ تب اُس نے کہا سن جیسا کہ وہ ریک ہے میں نہیں سکھاتا ہوں۔ جس طرح لوگ میں پاسا کھیتے تھے جب چار انگ دالا پاسا جے لاہر کرتا ہے تو اُس کے ددارہ جے پر اپت کرنے والے کے تین دو اور ایک انگ والے تریا، دواپر اور کلی نام والے نیچے کے تمام پاسے بھی پر اپت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس راجہ کے دان پیہ کرم کی تو بھلا بات ہی کیا ہے۔

یہ تمام پر جا جو بھی سادھو کرم یا دھرم انوشٹھان کرتی ہے وہ سب کا سب پھل ریک کے ہی دھرم میں سما جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام پرانیوں کے دھرم کا پھل اُس ریک سے جانی ہوئی دیا کے ہی انتر بھوت ہے۔ اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ دوسرا بھی اگر کوئی اُس دیا کو جانتا ہے جو اُس ریک نے جانی ہے تو اُسے بھی اُس ریک کی مانند تمام پرانیوں کے دھرم سمۂ کا پھل پر اپت ہو جاتا ہے۔ ایسی اُس ریک کے پاس دیا ہے جس کے برابر اسی راجہ جان شرقی کے بڑے سے بڑے بھی دان کرم کا پھل تلنا نہیں کر سکتا۔ اتاہ اے بھالی تو اُس ریک کے ہمت کو نہ جان کر ہی یوں اس راجہ اور اُس کے کرم کی بڑائی کر رہا ہے۔

ہنس پکھشیوں کی اس سب دارتا کو جس میں اُس کی اپنی نیندہ اور ریک کی اُستی کا سماچار دیا جاتا تھا راجہ جان شرقی نے من کی چھت پر ٹپٹے ٹپٹے ہی سُن لیا اور نہ صرف سُنا ہی بلکہ شوک کے مہم میں ایب غرق ہوا کہ اسے اُس رات مطلق نیند نہ آئی اور اس دچاریں راتری بھر غلطان رہا اور سوچتا رہا کہ بھلا وہ ریک کون ہو گا اور اُس سے جانی ہوئی دیا بھی کیسی ہو گی جس کے سامنے میرے تمام ہنس کرم انوشٹھان کو ہنس پکھشیوں نے بیج اور پوتج بتا دیا۔ اس قسم کی جینا اور فکر میں اُس کی وہ تمام رات گزری۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی وہ دی جنوں یعنی بھٹوں دوالہ اُستی ٹیکت دایکوں سے جگائے جانے پر اُس نے انہیں کہا کہ آپ لوگ کیا ہماری تعریف کرتے ہو آپ شاید اُس گاڑی دان ریک کو نہیں جانتے جس کے سامنے میری کچھ تلنا نہیں ہو سکتی۔ تات پر یہ ہے کہ اُستی اور پرشنا کے یوگ تو دہی ہے میں نہیں اور پھر انہیں بتلایا کہ جس طرح پاسے کے اندر کرت نام والے پاسے کے دوارہ جیتے والے پرش کے ادھین باقی تینوں پاسے ہو جاتے ہیں اسی طرح میں نے سنا ہے کہ جو کچھ بھی پر جا۔۔۔۔۔ ست کرم انوشٹھان کرتی ہے اُس کا تمام پھل اُس ریک کو پر اپت ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس ریک سے جانی ہوئی دیا کے ہی انتر بھوت ہو جاتا ہے۔ اتاہ اے بھالی اُس ریک کی نہیں ڈھونڈ بھ جال کرو میں اُسے بلونگا اور اُس سے جانی ہوئی دیا کو بھی حاصل کر دوں گا جس کے جان لینے پر تمام کرموں کے پھل خود بخود مل جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں اُس کا سماچار ہمیں مل جاوے تو اُسے میری ملنے کی خواہش کو تم اُسے کہہ دینا۔ ریک کے درشن سمندھی راجہ جان شرقی کی اس طرح کی اٹکٹ اچھا کو جان کر ایک سیوک اُس کی تلاش اور ڈھونڈ بھال کے لئے چلا مگر اُس کے چن چکر سمجھنے کے لئے اُس نے راجہ سے پوچھا اے بھگن یہ جو گاڑی دان ریک ہے کیسا ہے تو اس پر راجہ نے اُسے ہنس پکھشیوں کے درمیان بیٹی تمام دارتا کو بھو دہرا دیا۔ چنانچہ اُس کے تمام کھن کو سمن رکھ کر وہ سیوک اُس ریک کی کھوج کے لئے چلا۔ مگر باوجود کافی کوشش کے بھی وہ اُسے نہ پاسکا اور واپس آکر راجہ سے بولا کہ اے بھگن میں اُسے نہیں پاسکا اور نہیں جانتا کہ وہ ریک کہاں ہے۔ مگر چونکہ راجہ کے من میں ہنس پکھشیوں کے دھنوں کی گہری چوٹ لگ چکی تھی اُسے بھلا ریک کے لئے بنا کہاں چین تھا۔ لہذا اُس نے پھر سے سیوک سے کہا کہ ارے کیا تم نے ایکانت پردیش ندی تٹ اور گری گھٹا آدی جہاں پر ایسا ہوتا تو گ برہم دیتا سنت جن رہا کرتے ہیں۔ ایسے استھان دیکھے ہیں؟ اور اگر نہیں دیکھے تو میرے کہنے پر پھر ایک دن جا کر اُس کی کھوج کر۔ اس طرح کہے جانے پر وہ پھر چلا اور جس طرح راجہ نے اُسے سمجھایا تھا اُس نے ریک کی تلاش میں بن ندی تٹ اور گری گھٹا آدی تمام جھانٹ مارے اور یہ لو اُس نے ایک جھکڑ کے نیچے کھاج کھلائے ہوئے ریک کو دیکھا اور نیچے سجا کہ یقیناً یہ دہی گاڑی دان ریک ہے جس کا پتہ راجہ نے دیا تھا۔ مگر نہ جہاں اُس

نے اُسے دیکھا وہاں نزدیک ایک گاڑی بھی کھڑی تھی وہ اُس کے سہیل پر تڑپا پڑ گیا۔ اور اُس نے کہا اے بھگن کیا گاڑی دے رہے ہو ایک آپ ہی ہیں۔ اس طرح پوچھے جانے پر ریک نے جواب دیا "اے ہاں میں ہی ہوں" یعنی اس طرح اُسے "اے" کہہ کر مانو اُس کا انداز ہی پر گت کیا۔ یوں وہ سیوک اُسے جان کر اور ایسا سمجھ کر کہ آپ میں نے ریک کو جان لیا ہے۔ واپس آیا اور اُس کو سب برتانت راجہ سے کہہ سنایا۔ راجہ سن کر خوش ہوا اور اُس کے وہ سنوئی کے لئے چھ صد گائیں ایک ہار اور ایک رکھ جس میں دو گھیری جتی ہوئیں تھیں ہمراہ لے کر اور اُس سیوک کو اُس کے کر کے چلا۔ یوں ریک کے پاس پورچ کر اُس نے نویدن کیا۔ اے بھگن۔ یہ چھ صد گائیں یہ ہار اور یہ کچھ یوں سے جتاؤ اور تھیں آپ کے لئے لایا ہوں۔ آپ اس دھن کو سو لیا رکھئے اور مجھے اُس دیوتا کا پدیش دیجئے جس کی آپ آپا سنا کرتے ہیں۔

یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جان شرعی سیوک کے بھگن سے ریک کا گھست آشرم سمبندھی سندھیل اور دھن کی اچھا کو جان چکا تھا۔ اسی واسطے اُس کے لئے دیا پراپتی کے بدلے میں اتنا دھن لے آیا۔ مگر چہ خوب راجہ کی بات سننے ہی ریک نے اُسے "شور" کہہ کر لپکا اور کہا اے شور یہ گندوں کے سہت ہار اور رکھ تیرے پاس ہی رہیں مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ راجہ جان شرعی بڑی بڑی طرح ایمانت ہو کر لوٹا مگر چونکہ اُس ریک سے جانی ہوئی دیا کو وہ ادشہ پراپت کیا چاہتا تھا اور اُسے ہنس پھنسیوں کی سب بات سمن تھی۔ اس لئے پھر آیا مگر اس بار بجائے چھ صد گائے کے وہ ایک ہزار گائیں ایک ہار۔ کچھ یوں سے جتاؤ اور اپنی کینا بھی اُسے دینے کی غرض سے لایا۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے دھرتا راجہ کو جو سیچ مچ اتی شردھا اور دے سپہن ہو کر اور اُس پر بھی اتنے دھن کے سہت دیا مگر ہن کرنے کے لئے آیا تھا ریک نے اُسے "شور" کہہ کر کیوں لپکا۔ تو اس کے اندر آچاریوں کے جن بہن سہا دھان ہیں۔ ایک کہتے ہیں کہ ہنس پھنسیوں سے ریک گاڑی دان کی یہاں سن کر راجہ کے اندر شوک تھا آدیش ہو گیا تھا جسے اپنی ودیہ درشتی سے ریک نے جان کر اُسے "اے شور" ایسا کہا اور اپنی سر دگیتا کا ہی پر تپے دیا۔ دوسروں کی رائے ہے کہ چونکہ راجہ فقط دھن دے کر ہی دیا لاہ کرنا چاہتا تھا شاریرک سیوا سے نہیں اس لئے بھی اُسے شور کہہ کر لپکا۔ پھر اور میں جو کہتے ہیں کہ راجہ چونکہ پہلی بار بہت قصور ا دھن لایا تھا اس لئے کہ وہ دھن اُسے شور کہہ کر لایا کیونکہ بہت دھن لانے پر اُسے گریہ کر لینا ہی اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کچھ ہی کہہ یہاں یہ کچھ اس بات کو بھی سوچت کرتی ہے کہ دیا پراپتی کے لئے اگر ایمان ہی ہو تو اُس کی بھی پرداہ نہ کر کے شردھا اور بھگتی پور ریک ہی اُسے گریہ کرنا چاہئے۔ باقی یہ امر بھی صحیح ہے کہ دیا پراپتی کے لئے شاریرک سیوا اور دھن ارپن آدمی بھی پر م سادھن مانے جاتے ہیں۔ پس یہ ہی مختصر اس سوال کا جواب ہے۔ اب پھر راجہ اور ریک کی اگلی بات حیت سنئے۔

راجہ نے پہلے کی طرح ریک سے کہا کہ اے بھگن! یہ ایک ہزار گائیں یہ ہار یہ کچھ یوں سے جتاؤ اور یہ آپ کی بھادیا (دھرتی) ماننے کے لئے میری کینا اور گاؤں بھی جس میں کہ آپ نو اس کرتے ہیں سب لیجئے اور مجھے وہ دیا دیجئے جسے آپ جانتے ہیں۔ اور مجھے جان کر رتہ کرت ہو رہے ہیں۔

راجہ کی اس طرح مڑتا پڑوٹ پر راتھا گرنے پر ریک نے کہا کہ اس راجہ کینا کے میر تائیں سمر ہن کرنے

شترتی بھگوتی نے اگر سو سال یا جیون بھر کرم کرنے کی آگیا دی ہے تو وہ صرف کرموں میں رچی اُپتین کرنے کی غرض سے ہے نہ کہ اُن کرموں اور اُن کے پھلوں سے کبھی بھی فراغت نہ پاوے۔ اس مطلب سے کہا ہے۔ اور اگر ایسا دید کا ثبات پر یہ نہ مانا جائیگا تو دید کا گیان کا نڈ سب فضول اور دیر تھک ہو جاوے گا اور ایسا نہ ہونا چاہیے کیونکہ جسے کرم کا نڈ پرمان روپ ہے، ایسے گیان کا نڈ بھی۔ پس دانا شخص کو برہم دیا کا ادھیکار ہی بننے کے لئے تو ضرور شکام بھاؤ سے کرم کرنے چاہئیں لیکن ادھیکار سمیٹے ہوئے پر یعنی کرموں کے پھلوں سے دیراگ ہو جانے پر اُن جملہ کرموں کا تیاگ ہی واجب ہے۔ اور اسی طرح ہی دید کے جملہ واکہ کیا کرم سمبندھی اور کیا گیان سمبندھی سب پر تیاگ ہو جاتے ہیں چنانچہ دیدوں کی تعلیم سے ہی تھا مطلوب +

اور پھر نوکڑہ **कर्मणा बद्धयते जन्तु विद्यया च विमुच्यते** یعنی کرموں سے جو بندھا ایمان ہوتا ہے۔ اور دیا سے چھوٹتا ہے۔ ایسا شستر کا انتم آدیش ہے۔ اس لئے اے بھائیو اس مانو جیون کی سمجھتا ہے لئے ادھیکاری ہو کر کرم تیاگ پوربک گیان کے سادھن و دیک ویراگ ممکشت آدی سمپاد کرے کیونکہ اسولے اس کے آدازن کے چکر سے خلاصی کو راہ نہیں اور یاد رہے کہ اگر اس بات سے ایک بار چوک گئے اور فقط کرموں کے ہی انوشٹھان میں تاجیون پڑے رہے نیز پرماتما کا آتم روپ سے گیا حاصل نہ کر سکے تو پھر ہمیشہ کے لئے سکھ اور شانتی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اور بار بار جنم مرتیو کا ہی گراس بنو گے۔ پس اس سے زیادہ اس وقت نہ کچھ ہم جانتے ہیں اور نہ کہنا ہی چاہتے ہیں بلکہ اتنا ہی کرم کی نسبت برہم دیوای اُستیتی میں جس کے لئے ادپر راج جان شترتی اور رشی ریک کا اتناں نزدین کیا گیا ہے کافی سمجھتے ہیں۔ پرماتما ہمارے پاٹھوں کو نیکی بخشنے۔ پس ان الفاظ سے ہم اپنا یہ مفہون ختم کرتے ہیں + "ادم شلم"

نازیں پادشاہی گوردیتخ بہادر جی کی

امرت بانی

راگ جیت سری محلہ ۹

من رہے سا چاکھو دچارا (ٹیک)
رام نام بن مہیا مانو۔ سگرے یہ سنار
جاکو یوگی کھوجت اک۔ پالو نائیں تیں پارا
سوسای تم نکٹ نیچانو۔ روپ رکھتے نیسا
پادون نام جکت میں ہر کو۔ کبھو نائیں ستھارا
نانک شرن پڑو جگ بندھن۔ راکھو بر د ہمتارا

راگ جیت سری محلہ ۹

بھولیو من مایا ارجھایو (ٹیک)
جو جو کرم کید لالچ لک۔ تیں تیں آپ بندھایو
سمجھ نہ پڑی دتے دل چو۔ لیش ہری کو لبرایو
سنگ سدای جانیو ناہیں۔ بن کھو جن کو دھکایو
رتن نام گھٹ ہی کے بھیر۔ تاکو گیان نہ پایو
جن نانک بھگوت بھی بن برکتا جنم گمنوایو

مناجات

یعنی

پرہم پریتما کو حاضر ناظر جان کر دعا مانگنا

شری ۸۔ پرہم لین اودھوت سدگراں جی ہمارا راج

یارب ہمہ خفۃ ایم تو بیداری دہستی و شہوتیم ہوشیاری دہ
 اے پریتما ہم سب سوئے پڑے ہیں تو جگایم سنی اور شہوت میں میں ہوشیاری دہ
 آندم کہ نہ یا ہم زیار ال یاری یارب تو یقیناً خود ہر یاری دہ
 جس وقت کہ میں دوستوں سے امداد نہ پاؤں۔ اے پریتما تو اپنی ہر پائی سے امداد کر
 اے خالق پر بلند دی وستی شمش چیز عطا کن زمین ہستی
 اے تمام بیج اویچ کے مالک! اپنی ہستی سے چھ چیزیں بخش۔
 ایمان و ایمان و تسکینی علم و عمل و فراخ دستی
 دھرم اور امن اور صحت۔ عیلم اور عمل اور کھانا ہاتھ
 یارب تو چنان کن کہ پریشان نشوم محتاج برادران و خویشاں ہشوم
 اے پریتما تو ایسے کر کہ میں پریشان نہ ہوں۔ بھائیوں اور رشتہ داروں کا محتاج نہ ہوں
 بے منت مخلوق مرار و زری دہ تازہ در تو برادر الیشاں نہ دہم
 خلقت کی منت کے بغیر مجھ کو روزی دے تاکہ میرے دروازے سے اٹکے دروازہ پر جاؤں
 نظرے بحال من کن کہ دوست رفت کام کہسہ کن حوالہ کہ مجھ کو کس نہ دارم
 میرے حال پر ایک نظر کر کہ میرا کام کیا ہے چلا گیا ہے جو کوئی کے حوالے نہ کر کہ میں کس نہ دارم
 چشم ہوس مر بیض عیساں برنخہ رافت حکیم است
 ہوس کی آئند گناہوں کا بیمار۔ پریتما کی ہر پائی کے نسخے پر ہے
 در طاعت گریم یا حکیم غم نیست کہ کار با کہیم است
 اگرچہ بندگی میں ہم جو بس ہیں۔ کوئی غم نہیں کہ سخی سے کام ہے +
 از میں لب تشنگی و خستہ جان چند بیاباں مرگ پوں ریگ لہواں چند
 پیات لب سے چند خستہ جان۔ مرگ کے میدان میں ریت تیل و آگ لہواں
 الی بر سر بر محنت صاحب ہی دہ زور و داغ عشق تاج و تخت بادشاہی
 ہے پریتما مجھ کو محنت کے تحت پر بادشاہی دیکھو عشق کے داغ سے بادشاہی تاج و تخت دے

سنت رویداس

”ہر صورت بن کر آیا ہے“

بھگت رویداس راماند جی کے چیلے اور کبیر صاحب کے ہم عصر تھے۔ اُن کا جنم اچھوت چمار جاتی میں ہوا۔ لیکن بھگوان سے اپنے اہتقاہ پریم اور اتم انویسھوکے کارن اُن کی ہانسا برہمنوں سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔
 • ہون ہار بردا کے چکنے چکنے پات کے مصداق پچھن میں ہی آپ کا رجھان ہری بھجن اور سنت سیوا کی طرف تھا۔
 آپ کے باپ کی مالی حالت اچھی تھی۔ آپ کو جو کچھ گھر سے ہاتھ لگتا، خدایا دوگوں کو کھلا دیتے۔ باپ کو یہ دھرم ناگوار کر رہا۔ اُس نے ناراض ہو کر علیحدہ کر دیا اور انہیں ہوش سنبھالنے پر ہی اپنے لئے روٹی کمانے کا تردد کرنا پڑا۔ شادی چھوٹی عمر میں ہی ہو چکی تھی۔ اس لئے ایک جھونپڑی میں ڈیرہ کر لیا اور جویتوں کو بنانے اور گانھنے سے اپنا زرباہ کرنے لگے۔

رویداس جی عموماً اپنے خیال میں غور رہتے تھے۔ اُن کے ہاتھوں سے کام ہوتا تھا۔ مگر اُن کا من ہمیشہ ہی بھگوان کی یاد میں غرق رہتا تھا۔ اُن کے خیال میں جو کچھ جاگرت اور عقابیں نظر آتا یا جو باتیں عالم خواب میں دکھائی پڑتیں، سب ہی عسکوتِ رُپ تھیں۔ انہیں زندگی میں ہی سیتہ کی پراپتی ہو چکی تھی۔ ”دھ شوم“ کی اپاسا کرتے ہوئے ہر ایک گھنٹا میں بھلائی ہی دیکھتے تھے۔ اور اُن کی نگاہ میں اس جگت میں اُس سیلا سے بھگوان کی خوبصورتی اور سفندیہ دریا بہتے تھے۔ اُن کی اتم سخصی کچھ عجیب تھی۔ شنائی اور دھیرج کے ذودہ مجسمہ تھے۔

ایک دن ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کرفت سی آواز میں کہنے لگا۔ ”اد چمار ایہ لو سیہ اور میری جوتی کا ٹھٹھ دو۔ جیہا بچہ اُس نے اُن کی جگہ پر بیسہ بھی پھینک دیا اور جوتی بھی اتار کر اُن کے آگے رکھ دی اور خود بہ کہہ کر کہ مجھے اس وقت ایک ضروری کام ہے ابھی واپس آتا ہوں۔ میرے آنے تک جوتی تیار ہو، چلا گیا۔ رویداس جی نے جوتی اٹھا کر آگے رکھ لی اور ہاتھ کا کام ختم کر کے اُس جوتی کو گانھٹھا۔

وہ تھوڑی دیر میں وہ شخص واپس آگیا۔ پوچھا جوتی تیار ہے؟ جواب میں رویداس جی نے جوتی آگے رکھ دی اور کہا۔ حضور تیار ہے۔ وہ جوتی پس کر چلا گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر اُس طرح کی ٹوٹی ہوئی جوتی لے کر واپس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ ”تم بڑے خراب آدمی ہو۔ ایسا کچا کام کرتے ہو کہ ہتھاری مرمت نے دو گھنٹے بھی نہیں لگائے۔ ہر دوڑ کا پہلے ہی لے لیتے ہو اور کام کی یہ حالت ہے۔ غرضیکہ اُس نے بہت ہی سوت سست کہا۔“ رویداس نے جواب میں صرٹ اتنا کہا کہ اچھا ہمارا راج ابھر کا ٹھٹھ دیتا ہوں۔ دھاکا کچا رہ گیا ہو گا۔ قہر کوتاہ رویداس جی نے اس کی دفعہ اس جوتی کو نہایت ہی مضبوطی سے گانھٹھا۔ اور گراہک کے حوالے کی۔

مگر گراہک نے کہ چھیا چھوڑنے میں ہی نہیں آتا۔ وہ دوسری دفعہ پھر توڑ کر لے آیا اور اب کے بہت ہی داہی تباہی کہنی شردع کر دی۔ جسے کہ گالی گلوچ سے بھی فرق نہ رکھا۔ دھیان میں مست رویداس جی نے کہا۔ ہمارا ناراض نہ ہو جسے۔ میں پھر کا ٹھٹھ دیتا ہوں۔ مگر ایک نے کہا اچھا جلدی کر۔ تم نے میرا بڑا وقت ضائع کیا ہے۔ رویداس جی پھر اُس جوتی کو گانھٹھے لگ گئے۔ اور تیسری دفعہ پھر مکمل کر کے دیا۔

لیکن گراہک تو کوئی ممکن تھا۔ وہ شاید رویداس جی کے دھیریہ اور شانتی کی پرکھشا کرنے آیا تھا۔ نہ اسے ایک پیسہ دے کر بار بار غریب موچی کو تنگ کرنے میں بھجک محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی اُدنی نجی بات کہنے میں کوئی تامل۔ وہ گھوڑ چڑھوں کی طرح اُسی رعب اور دبہ سے پھر آدھکا اور پہلی دو باروں سے بھی زیادہ سخت سخت کہنے لگا۔

رویداس جی اپنے رنگ میں محو ان سب گھٹناؤں کو بھگوت لپٹا جانتے ہوئے آندت تھے۔ وہ اُسے اپنے پرتم کی ناز و ادا خیال کئے ہوئے تھے۔ جب تیسری بار اُس سے مخاطب ہوئے تو سنس کر کہا کہ تیریاں تو بڑیاں کون کاٹھے، یعنی وہ اُس وقت اپنے بھگوان سے مخاطب ہو رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُسی وقت وہ شخص اُنہیں بھگوان کے رُپ میں پرگٹ دکھائی دیا۔ اور اُس کے بعد فوراً ہی آنکھوں سے ادبھل ہو گیا۔

اُس گھٹنا سے رویداس جی کو ساکار رُپ میں پہلی بار بھگوت درشن ہوئے اور پھر اُن کے پریم کی گارٹھقا میں دن بدن زیادہ ترقی نمودار ہونے لگی۔ رویداس جی کو ایک نہایت ہی اُدنی پائے کے بھگت تھے۔ وہ اپنے اندر اور باہر سر ملے بھگوان کو دیکھتے تھے وہ سر رُپ میں اُسی کا درشن کرتے تھے۔ ہر آداز میں اُسی کی بانی سُننے تھے اور اُن کا کھانا، پینا، یٹنا، سونا اور نسیکا سب کچھ ہی سہا دھی تھی۔ لیکن پھر بھی ابھیانی توگوں میں وہ اچھوت تھے۔ اُنہیں مندر جانے کی اجازت نہ تھی اور مندر میں جا کر بھگوان کی مورتی کے درشن نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے اپنی جھونپڑی میں ایک مورتی چمڑے کی تیار کر کے رکھی اور اُسی سے اپنا ظاہری انت کرم کا کام چلانے لگے۔ مگر انکار کی لوگوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور اُنہوں نے چمڑے کی مورتی کیخلاف ایک زبردست اندوین پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رویداس جی اُن ہمارے ہوش میں سے تھے کہ جو نہ بھے اور دھیریہ مان ہوتے ہیں۔ جو کسی بھی دکھ، تکلیف اور مصیبت سے نہیں ڈرتے جنہیں اپنی نیندا اور اپمان کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ جو اپنی نیندا اور اپمان کو اپنے انکار کے علاج کے لئے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ جتنے کہ جنہیں موت بھی اپنے گھر کا دروازہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی فضول حرکات کا اُن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ شرارتی لوگوں خود ہی یہ غوغا اُٹھایا اور خود ہی کچھ عرصہ بد بھاگ کی طرح پیٹھ سٹے۔

رویداس جی کی آمدنی کا درجہ صرف جوگوں کی تیار کی اور مہرت تک ہی محدود تھا اور اُس میں سے بھی جب کبھی اُن کو کوئی عاید فدا بل جاتا۔ تو اُسے پہننے کے لئے جوئی کا جوڑا مفت دیتے۔ اس لئے مالی حالت عموماً خراب رہتی تھی۔ لیکن اِس کی پرواہ کبھی نہ تھی۔ وہ تو اور ہی دھن سے مالال ہو رہے تھے۔

اِس تنگدستی کے عالم میں ایک فدا رسیدہ بزرگ اُن کے پاس آیا۔ آپ نے اُس کے کھانے پینے کا انداز مکیا۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا۔ اُس کی خاطر تواضع کی۔ اُس شخص نے آپ کو سنگ پارس نظر کیا۔ اُس کے ادھات بتائے۔ اور کہا کہ اسے احتیاط سے رکھنا۔ رویداس جی نے کہا کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔ میری نیت اور جائیداد سب کچھ پر بھوکا نام ہے۔ جب اُس بزرگ کو معلوم ہوا کہ رویداس جی لالچ سے بلند تر ہیں۔ تو اُس نے اسرار کے ساتھ کہا کہ میرے کہنے پر ہی اُسے اپنے گھر رکھو۔ لیکن بے کسی وقت کام آجائے۔ مجبور ہو کر رویداس جی نے کہا کہ اچھا اسے میرے چھتر میں لانا۔ دو۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ جنس قابل قبول نہیں۔ مگر ماہ کے بعد جب وہ بزرگ واپس آیا۔ تو رویداس جی کو بدستور سابق تنگدستی ہی پایا۔ اُس نے دریافت

کیا کہ سنگ پارس کا کیا ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جہاں رکھ گئے تھے۔ وہیں ہوگا چنانچہ اُس شخص نے وہ پتھر دیاں اسی طرح کا رکھا ہوا اٹھایا اور اپنی راہ لی۔

گو رویداس جی اتنے تیاگی تھے کہ تیرہ ماہ گھر میں پارس پڑا رہا اور اُس کی طرف دھیان بھی نہ کیا۔ لیکن پرارند کے بھوک بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ایک دن کوئی شخص اُن کی پوجا کی چیزیں رکھنے والی ٹوکری میں اشرفیاں ڈال گیا۔ وہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ یہ کون ڈال گیا ہوگا۔ بہتر اسوچا، کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر خواب میں اُنہیں بھگوان کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اگرچہ تمہیں دولت کی کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن اس دولت کو قبول کر لو۔ یہ میں نے تجھے خود بخشی ہے۔ رویداس جی نے اسے قبول کر لیا۔ اور اُس روپیہ سے رناہ عام کے لئے ایک سرائے تعمیر کرائی۔ جس میں سادھو سنتوں کی سیوا ہونے لگی۔ سرائے کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مندر بنوایا اُس پر سونے کی چھتری لگا دی اور اُسے خوب آراستہ کیا۔

لیکن رویداس جی کو اُسی تکلیف کا سامنا ہوا۔ جو ایک مالدار بننے والوں کو پیش آتی ہیں۔ برہمنوں نے بنارس کے راجہ سے شکایت کی کہ شاستروں میں یہ اجازت نہیں کہ ایک موچی البشور کی مورتی بنائے۔ راجہ نے رویداس جی کو طلب کیا۔ اُنہوں نے بے خوفی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور راجہ صاحب اُن کی دلائل سے ایسے متاثر ہوئے کہ حاسد برہمنوں کی کوئی پیش نہ گئی۔

اب اُن کے پیش اور برکت کی خوشبو اور بھی پھیل گئی۔ چوڑ کی رانی جھالی نے جب آپ کی شہرت سنی تو وہ آپ کے درشنوں کو حاضر ہوئی اور آپ کی چلی بن گئی۔ اس پر اُس کے برہمن خدام بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ رانی کی عقل جاتی رہی ہے وہ چلے گئے اور رانا سے جو اُس کا فائدہ تھا شکایت کی۔ اُس نے بھگت جی کو بلوایا اور برہمنوں کے لنگا سے ہوئے الزامات سنے۔ جنہوں نے ذات پات کی فضیلت پر زور دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ موچی کو اس طرح کا روحانی اور سوشل اعزاز حاصل ہو۔

رویداس جی نے جواب میں کہا کہ البشور کو تو جو چیز عزیز ہے وہ بھگتی ہے۔ وہ ذات پات کا خیال یا لحاظ نہیں کرتے۔ اس پر برہمنوں نے دیدوں کے پرمان رکائے۔ تین گھنٹے متواتر رویداس جی سے بات کرتے رہے لیکن وہ راجہ کو قائل نہ کر سکے۔ برخلاف اس کے رویداس جی کی روحانی شان نے راجہ کے دل کو سیر لیا اور وہ علے الا علان اسی دربار میں اپنی رانی کی طرح رویداس جی کا معتقد بن گیا۔

اس کے بعد رانی جھالی نے چوڑ پنچ کر بھگت رویداس جی کی ادھیشتا میں ایک بڑا بھاری ٹیکہ کیا۔ اس اور برہمنوں نے بہت کچھ دان کیا اور ریاست کے بڑے بڑے پندتوں کو بلوایا۔ مگر برہمنوں کے اندر ہنگامہ کا وہی چور تھا۔ اُنہوں نے ستورہ کیا کہ رانی کا لپکا ہوا بھوجن نہ ہیں بلکہ کچی رسد لپکا اپنا بھوجن خود لپکائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر کہا پریشوں کی عظمت چھپاے سے ہرگز نہیں چھپ سکتی۔ وہ جس جگہ پر قدم رکھتے ہیں۔ بمثل سونا ہو جاتی ہے۔ اُن کے چروں کی دھول میں شہنشاہوں کے تاج لڑھکتے ہیں۔ دیتا اُن کا درشن پا کر اپنے آپ کو پریم سو بھاگہ دان خیال کرتے ہیں۔ جوہنی سب برہمن کھانا کھانے بیٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر دو برہمنوں کے درمیان بھگت رویداس جی براجمان ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب برہمن اُن کے پاؤں پر گر پڑے اور اُن کے پیلے بن گئے۔ (ادیشم)

لطف

(شہی فہستہ رائے جی شتوخ)

ملا ہے دل تمہیں دے کر قرارِ جاو اں مجھ کو
 ہو آجب مجھ میں تم میں خودی نا آتشا ہو کر
 میں اپنے آپ کو وہ مخزنِ انوار پاتا ہوں
 کھلو نا بن رہی ہے اب مرے اونٹے اشارِ دل کا
 بچایا ہے تمہاری رحمتوں کی کارِ ساری نے
 عطا تم نے کیا وہ کیف اپنے لطفِ بہیم کا
 بڑے آرام میں ہوں تم کو اپنے آپ میں پاکر
 میرا دل ہو گیا یکسو تمہارا آیتِ بندہ بن کر
 سکونِ ذات جو ملتا ہے سب کو خوابِ راحت میں
 مراد درِ محبت ہو گیا تسکینِ جاں مجھ کو
 ہوئی یہ ہستی موہوم بے نام و نشان مجھ کو
 نظر آتا ہے جس کا اک تماشا یہ جہاں مجھ کو
 یہی دنیا جو پہلے تھی بلائے ناگہاں مجھ کو
 حوادث لے رہے تھے کارِ اں درکارِ اں مجھ کو
 نظر آتی ہے ہر اک موج جس کی بیکراں مجھ کو
 یہ میرا کشفِ باطن ہے سرورِ جاو اں مجھ کو
 بہاتے گا خیالوں کا موج اب کہاں مجھ کو
 ہے بیداری کے عالم میں وہ حاملِ سگیاں مجھ کو

اماں پاکر میں ذاتِ لامکاں میں شتوخ بے غم ہوں

نہ خوفِ برق و باراں ہے نہ فکرِ آتیاں مجھ کو

آتش

پرسرور زندگی

(مسل)

از ہاتھ بھاگ مل جی سائی

الشعر نے انسان کو "چیز" نہیں بنایا ہے اپنا "پتر" بنایا ہے اور اُس کو اپنی الہی صفات کا حصہ دار کیا ہے۔ پیدائش حالات کی طاقت اور خود راہنمائی سے سرفراز اور ممتاز کیا ہے اپنی موجودہ اہتر حالت پر ہل چلانے کے لئے قدرت نے انسان کو ایک ایسا آلہ بخشا ہوا ہے۔ اور کوئی فرد بشر اس سے محروم نہیں کیا ہے۔ یہ آلہ اس قسم کا ہے جو ناکارہ کسی وقت میں نہیں رہ سکتا۔ انسان اس آلہ کی راہنمائی کرے یا نہ کرے یہ دن رات چلتا ہی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے۔ اگر انسان اس آلہ کا صحیح استعمال نہ کرے تو یہ خود بخود اُسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس آلہ کا نام "خیال" ہے۔ خیال ہی انسانی قسمت کا اُت ترانہ ہے۔ ہر ایک انسان کی زندگی کا دائرہ اُس کا خیال ہے۔ اُپنشدوں اور گیتوں میں انسان کی اصل شکل و صورت "خیال" ہی بتلائی ہے دیدنتر ہے۔

॥ पुरुषः सवितुः ॥

ترجمہ :- یہ پُرش سکتھپ ہے (خیال مجسم) ہے

دُنیا کا سب سے بڑا فلسفہ "دیدانت" غلط نہیں کہتا کہ دُنیا خیال ہے۔ یعنی ماری دُنیا ہمارے خیالات اور دلی جذبات کا نتیجہ ہے۔ خواہ اس بات کو کوئی مانے یا نہ مانے یہ دوسری بات ہے۔ لیکن یہ بات سولہ آئے درست اور صحیح ہے کہ جو کچھ ہوا ہوتا ہے اپنے ہی خیال کا نتیجہ ہے۔ اور جو ہو گا وہ اپنے ہی خیال کا اثر ہو گا۔

یہ عجیب و غریب آلہ اگرچہ حواس سے محسوس نہیں ہوتا مگر کل عالم محسوسات کو رفتہ رفتہ اپنی شکل و صورت میں بدل سکتا ہے۔ کیونکہ دراصل خیال اور مادی دُنیا دو جدا جدا گانہ ہستیاں نہیں ہیں۔ خیالات ہی جملہ اشیاء کی اندرونی حقائق نہیں اور اشیاء و خیالات کی بیرونی صورتیں ہیں جب تک انسان اپنے خیالات سے باخبر نہیں ہوتا وہ بیرونی حالات اور طاقتوں کا غلام رہتا ہے۔ اور جب وہ اپنے خیال میں بیدار ہوتا ہے تو دُنیا کی ہر شے اُس کے آئنے اور اُس کی راہ میں اپنا آپ بچھا اور کھٹے لگتی ہے کیونکہ بقول ایک ہاتھ خیال ایک بڑی سے بڑی طاقت ہے۔ اور اُس کا قانون اُل ہے۔ انسان اپنے ہی خیالات کے بچھا رو سے مارا جاتا ہے۔ تم جس قسم کے اچھے بُرے خیالات سوچو گے ہمارے ہاتھ زبان اور من سے ویسے فعل ہونے لگیں گے جیسا ایک دفعہ آگ جلائی جائے گی۔ آگ کے شعلوں کا بھڑکنا لازمی ہے۔ جہاں ہوا بھری جائے گی آندھی اور طوفان آئیں گے کوئی خیال کبھی دبا نہیں رہ سکتا۔ بیچ کو زمین میں چھپا دو۔ وہ موقع پا کر مٹی کے پردوں کو چیر پھاڑ کر کھلی ہوا میں باہر نکل آئے گا۔ اس لئے تم

اپنے ہر خیال، کلام، اور عمل کو پاکیزہ، شیریں اور پُر مسرت بناؤ کیونکہ بقول ہاتما جیمز لیکن پوٹر خیالات سے پاک کا
ظاہر ہوتے ہیں۔ پاک کاموں سے پاکیزہ زندگی بنتی ہے۔ اور پاکیزہ زندگی سے کامل آئندہ حاصل ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے
زندگی کی نشوونما کی مٹھاس اور اُس کی پاکیزگی کی تروتازگی قائم نہیں رہ سکتی۔
امریکہ کے مشہور سنت اور نئی دنیا کے پیغمبر ہاتما لیمرسن نے خیال کے متعلق کہا ہے۔

"THE KEY TO EVERY MAN IS HIS THOUGHT"

(ترجمہ "ہر ایک انسان کی کلید اُس کا خیال ہے")

حس کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ خیال دنیا کی جملہ طاقتوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر حضرت انسان کو اپنے خیال کی
طاقت کا حقیقی علم ہو جائے تو وہ اپنی زبردست دنیا بنا سکتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ صاحب خیال
ہو اور اُسے اپنے خیال کو یکسو کرنے کی تدبیر آتی ہو کیونکہ صاحب خیال ہی دنیوی اور دُعاویٰ معاملات میں سرگرمی
اور جدوجہد سے کام کرے ہر قسم کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص جس قسم (دیک دید) کے خیالات دائم سوچے میں
سمت من مصروف رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہی خیالات اُس کے لئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں
ایک صاحب یوں فرماتے ہیں۔

"انسانی توجہ کی تین حالتیں ہوا کرتی ہیں۔ پہلی حالت "قدرتی توجہ" مثلاً کسی نے کوئی گولا چلایا اور انسان
کی توجہ قدرتی طور پر اُس کی جانب چلی گئی دوسری حالت "پیدا کردہ توجہ" یعنی کتاب پڑھنے یا کوئی دوسرا کام کرنے
کے لئے جو توجہ پیدا کی جاتی ہے۔ تیسری حالت "پیدا کردہ توجہ کا قدرتی توجہ میں تبدیل ہو جانا" اس حالت کی تشریح
توضیح آئل انجن یا موٹر کو رواں کرنے کے لئے پہلے اپنے ہاتھ سے ان کے وہیل کو جلد ایک چکر دیتے ہیں اور اس کے
بعد خود بخود چال پکڑ لیتے ہیں ٹھیک اسی طرح انسان جس قسم کے خیالات میں دائم متوجہ رہتا ہے۔ وہی خیالات اُس
کے لئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔

ہم لوگ من کی دنیا کے اصولوں کو نہ جانتے ہوئے اپنے دل و دماغ میں کمزور خیالات کو گزرنے کی کھلی
چھٹی دے دیتے ہیں ان کو جسمانی صورت اختیار کرنے میں دیر تو لگتی ہے مگر جب وہ ایک دفعہ ہمارے اُپ چٹن من میں
خوب اچھی طرح جم جاتے ہیں تو پھر ہم اُن سے لگا تار ستائے جاتے ہیں یعنی جو لوگ اس قانون کو نہیں جانتے بھر
ذخائر میں خوب جھکے کھاتے ہوئے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پھرتے ہیں۔ ان کا حال اُس سفینہ کی
مانند ہے جو چپو کے بغیر بحر میں پھر رہی ہے۔

چھوٹے چھوٹے خیال کا بھی رد عمل ہوتا ہے اُٹھتے خیال کو منسوب کرنا آسان ہوتا ہے۔ جب وہ جڑ پکڑ لیتا ہے
تو اُس کا اکھاڑنا اُسی قدر مشکل ہوتا ہے جتنا کہ درخت کا۔ جلدی دیاسلائی کو ایک بنیاد خفیف سی جھونک سے
بجھایا جاسکتا ہے۔ مگر جب وہ کسی شے میں لگ جلتے تو شہروں کے شہر خاکستر کر دیتی ہے۔

جس طرح ایشور اپنے سنگلاب سے دُنیائا تائے۔ اسی طرح ہر ایک انسان اپنے خیال
(Creative Power) سے اپنی بُری بھلی دُنیائا تائے اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی اب ان اس
دقت ہے وہ مکمل طور پر اپنے سابقہ خیالات اور خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اور جیسے وہ اس دقت خیال

رکھتا ہے دلیا وہ مستقبل میں ہوگا۔ جس شخص نے اس قانون کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ اپنی قسمت کا مکمل صالح ہو جاتا ہے۔ یعنی تمہاری موجودہ شکل و صورت تمہارے اگلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ تم نے پہلے جو کچھ سوچا سمجھا، کہا، دھڑا تھا وہی ہوا۔ اس طرح اب بھی جو کچھ تم کرتے ہو اگے چل کر وہی ہوگا۔ یہ ایک اٹل قانون ہے جس کو لغزش کے نام سے جڑھتے۔

دنیا میں عام طور آدمی حالات کا غلام پایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے۔

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں
سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
رام سہار رات دن رہو کھاٹ پر سوتے
نہ ہونی ہونی نہیں ہونی ہوتے سوچتے
دریا کو اپنی موجوں کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے۔
لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے۔
ذوق اس بحر فنا میں کشتے عمر رواں
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے
وہ اپنے جیون میں ترقی کرنے یا بڑھنے کی کوئی خواہش نہیں کرتا۔ اس کی زندگی کا بڑے سے بڑا موڑ
"جیسی آدے تیری گزرے" ہوتا ہے۔ (جاری رہیگا)

ریلو (تبصرہ) : The Gems of Geeta

شرید بھگوت گیتا کے ایک سواٹھستر منتخبہ شلوکوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب بنام واجپنیراٹ گیتا The Gems of Geeta حال ہی میں بربان انگریزی، ودیالیہ پریس برنداہن سے شائع ہوئی ہے۔ جو رسالہ ادم کے کہنے مشق ادیب اور شاعر شری جگن ناتھ صاحب کھنہ صنفی کا نتیجہ نکر ہے۔ ناضل مصنف نے جس خوبی سے یہ انتخاب کیا ہے اور شری بھگوت گیتا کے دقیق فلسفہ کو جس دلچسپ پیرایہ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ بھی انگریزی نظم میں جو ہر طرح سے ادبی محاسن سے پُر ہے۔ یہ انہیں کا کام ہے اور اس کے لئے وہ مستحق مبارکباد ہیں۔ حقیقتاً یہ گیتا کا ایک اعلیٰ پختہ اور لطف یہ ہے کہ اس اختصار سے مضمون کی بھل دلچسپی میں بیش قدر اضافہ ہی ہوا ہے کی نہیں ہوئی۔ اور یہ دل چاہتا ہے کہ اسے شروع سے لیکر آخر تک ایک دم بڑھ چائیں انگریزی خواں اصحاب کے لئے جو سنسکرت سے بے بہرہ ہیں یہ کتاب بنایت مفید ثابت ہوگی۔ ہم پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا کچھ حصہ میٹرک کے انگریزی کورسوں میں شامل کیا جائے، امید ذاتی ہے کہ سرکار عالیہ اور انگریزی دان پبلک مصنف کی محنت کی داد دے گی۔ "انائید برنداہن" کے بعد صنفی صاحب کی یہ دوسری قابل قدر تصنیف ہے۔ کاغذ اور چھاپائی بنایت عمدہ قیمت صرف ۲۵ نئے پیسے۔
لئے کا پتہ :- آدارہ برادر س، برنداہن یا مصنف بہار گھاٹ برنداہن۔
کتاب دفتر "ادم" انجیری گیٹ دہلی سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔ (ادارہ)

محرم پیران اردو قیمت صرف ۱/۶ - ایک دشی ہاتم اردو قیمت - ۱/۱۰ - ریشی کشن کا ہاتا - ۱/۱۰ - اردو رسالہ "ادم" انجیری گیٹ دہلی۔

نثر کی نگین تاجہ جی کھنہ صنفی

اُسے کہاں دیکھا

ن. اے. بی. بی. بزدان لڑائی

ادھر دیکھا اُدھر دیکھا یہاں دیکھا وہاں دیکھا
کہیں وہ غیب کے پردے سے چھپکر نہیں نکلتا
اُسے دیکھتا وہ بالا اُسے زیر و زبر دیکھا
شب تاریک میں اُسکو چھپاتے اپنا منہ دیکھا
وہی مسجد ہے اور مسجد وہی دیکھو بنا خود ہے
جدھر دیکھا جہاں دیکھا اُسی کی ہے یہ نیرنگی
وہ خود محفل ہے اور اس میں ہے خود راہِ شگری
بنا خود ہے وہ میخانہ، وہی ساقی وہی غمر
کہاں دُنیا کی چیزوں میں ثبات پائداری ہے
وہی برکت وہی شوکت وہی طاقت وہی ثروت
وہی گل بن کے خود روئے چمن کو زیب دیتا ہے
حُسن ہے وہ وہی ناز و ادا ہے خود جُینوں کا
وہی ہے صورتِ رفعت ہویدا آسمانوں پر
ہیں سب رنگینیاں اُسکی ہیں سب نیرنگیاں اُسکی
وہی ظاہر وہی باطن وہی اندر وہی باہر
وہی کثرت میں وحدت ہے ہے وحدت میں کثرت
اُسے خداں اُسے گروں مخرماں آدراسے

ہر اک جاشوخی کو ہم نے صنفی جلوہ کناں دیکھا
ہمیں اُسکو نہاں دیکھا، کہیں اُسکو عیاں دیکھا
اُسے اُدپر اُسے نیچے، اُسے ہی درمیاں دیکھا
اُسے ہی صورتِ شمس و قمر پھر صوفیاں دیکھا
اُسے ہی ہم نے سب کے سامنے سجدہ کناں دیکھا
وہ خود دشت و بیاباں ہے، اُسے ہی گلستاں دیکھا
یہ موسیقی اُسی کی ہے اُسے نوحہ کناں دیکھا
اُسی کو ہم نے پیمانہ اُسے وطلِ گراں دیکھا
فقط اُس ذات بچوں کو ہی ہم نے جادواں دیکھا
اُسی کو ہم نے طاقتور اُسی کو ناتواں دیکھا
اُسی کو صورتِ پلہل چمکتے بگیماں دیکھا
اُسے شیدائے حُسن و عاشقِ لالہ رخاں دیکھا
اُسی کو کہکشاں اُس کو ہی بحرِ بیکراں دیکھا
خزاں اُس کی اُسے ہی پھر لہاں رنگستاں دیکھا
جہاں دیکھا جدھر دیکھا بس اُسکا ہی نشا دیکھا
صنفی توحید حق کا ہم نے یہ راز ہنساں دیکھا
اُسی کو ہم نے موسیقار زیرِ آسماں دیکھا

ہرشیوں کے ریسے گیت

انٹرنیٹ پر پھرنے والے

مٹنے والا اور پرکاش سے پری پورن کرنے والا ہے۔
شیخ سعدی کا مشہور یہ شعر اس دیوتا کیلئے لفظ بلفط صحیح ہے
دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و در ماندگی

گو سوامی تلسی داس جی نے بھی ایسے مٹری کیلئے کہا ہے۔
دھیرج - دہرم "متر" اور ناری
آپت کال پر رکھے چاری

دہرتی - دایو منڈل اور آکاش نے اسی دیوتا کے
پر آپکاروں کے چرنوں میں اپنے سر جھکا رکھے ہیں۔ یا
یوں بھی کہہ سکتے ہیں - کہ اسی اگنی دیوتا نے دہرتی اور آکاش
کا سبند قصہ جوڑ رکھا ہے۔ جو اپنی دیا درستی سے ہمیں
دہن دہان سے تربیت کر رہا ہے۔

صورج دانش اور اگنی کل کے بہادروں کے آپکار
بھی گنتی میں نہیں آسکتے - جن میں اگنی دیوتا کی شکتی سخت
دیگنا کوں نے اگنی - بجلی اور سورج کی برکتوں سے
آج تک ہزاروں لاکھ پراپت کئے ہیں اور پرلے نکلے گئے
کیا سورج اور بجلی اگنی دیوتا کی ستان نہیں ہیں۔

برہمانڈ میں جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھ پاتی ہیں ہیں
وہی اپنے پنڈے یعنی شریر میں بھی نظر آتا ہے - مطلب یہ
کہ یہی سورج - بجلی اور اگنی ہمارے شریر میں بھی پرکاشنا
ہے۔ کیوں ہی ہمیں جیوت رکھنے کا آدمی ہیں - یہی ہمارے
جیون یا تراکی رکھ کو چلانے والے ہیں - بناسپتوں میں بھی
یہی درشن دے رہے ہیں۔

یہی کارن ہے - کہ ہرشیوں نے سورج دیوتا اور بجلی
دیوتا کو اگنی دیوتا کا بھائی مانا ہے۔ ہاں اگنی میں بھی ان
سے بہن نہیں سمجھا - اس لئے ایک منتر دوا را یہ بتایا ہے

دو برس ہوئے ادم میں ہرشیوں کے ریسے گیتوں کا
سلسلہ شروع ہوا تھا جو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا اُس سلسلہ کو
اب پھر سے شروع کیا جاتا ہے۔ آسان ہے اُسی شوق اور دلچسپی
سے پڑھا جائیگا۔

گنگا دجنا بہاتے - زناج فرماتے ہوئے -
آرہے ہیں روح پرور گیت گاتے ہوئے -

دیکھئے پراچین بھارت کے آریہ ہرشی اگنی دیوتا کے
پریم بھرے گیتوں کی دھونی میں کیسے مست المست ہیں؟ سچ ہے
ہمارے دھارمک گرنفقوں نے بھی اگنی کو ایک امر دیوتا مانا ہے۔

آدھے لیکر انت تک یہ سدا جوت رہنے والا الیا دیوتا ہے
جس کے گون کے گیت زمانہ موجودہ کے شاعر گائے بغیر نہیں رہے
غریبوں کی بھوپنڑیوں سے لیکر امیروں اور بادشاہوں
کے شاندار محلوں تک اسی دیوتا کا سکے چل رہا ہے۔

جنتا اور سرکار کو یہی دیوتا جن آن اور دھن دینے والا
اگر یہ دیوتا دھرتی سے آکاش تک کی بادشاہت سے ہاتھ اٹھا
لے - تو تمام جگت کا دھندا لقیبا سمپت ہو جائے۔ اور ہر لب
عاصی کیرا نو بی - اے کا یہی شعر سنائی دے۔

تیرے جاتے ہی چین زار کا نقشہ بدلا
چھائسے آج ہر اک پھول چرت آرت

ایسے جاہلی اور پران دایک، دیوتا کی استی بھلا ہنری
گائے کئے بنا کیسے رہ سکتے تھے بادہ فرماتے ہیں۔

اگنی دیوتا کا پتا آکاش اور اُس کی ماما دھرتی ہے۔
یہ دیوتا ہر غریب اور امیر کا سہا یک اور پریم مہتر ہے۔

ہر کسی سے پیار کرنے والا ہے۔ اور جنم سے لیکر تہو تک ساتھ
دینے والا ہے۔ اُس دیوتا کے دل میں کسی پرانی کیلئے ذہنی بھر
بھی دولیس اور گھر نہیں ہے۔ یہی دیوتا سنا دھرتی سے ابھر

کہ یہ دیوتا اور سب پرانی پرکرتی مانا کی گودیں ایک ساتھ کھیلنے والے آپس میں بھائی بندھو ہیں۔

اوم یعنی الشیور۔ جیو اور پرکرتی کی جڑیں انہی سے بری بھری ہیں۔

انتم سمیہ اگنی دیوتا چٹاکے رُپ میں غریبوں اور سمرائوں کی آتماؤں کو دہرتی سے آکاش منڈل تک پہنچانے میں ایلچی کا کام کرتا ہے۔

جب دو لکڑیاں آپس میں سر جوڑتی ہیں۔ تو اگنی دیوتا جنم لیت ہے۔

جب دو بادل خوب دیر سے گلے ملتے ہیں۔ تو بجلی دیوتا پر گٹھ ہوتا ہے۔

جب راتری سے پر بھات ہاتھ ملاتی ہے۔ اور ایکے دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ تو سورج دیوتہ کی اُپتی ہوتی ہے۔

سنار میں جل دیوتا بھی سورج بھگوان اور اگنی دیو کے میل جول سے بادلوں کے پیٹ سے جنم دھارن کرتا ہے۔ سورج اور جل آکاش سے دسرتی کی بناسپتوں اور جیو جنمو کو جیون پر دان کرنے میں کتنی بہاؤ کا ثبوت دیتے ہیں۔

جب دو لکڑیاں اگنی شلشو کو جنم دیتی ہیں تو یہ شش اپنے مانا پتا کو اپنا اہلار (بھوجن) بنا لیتا ہے۔ دینی لکڑی کو کھا جاتا ہے) کیا مزے کی بات ہے۔ کہ یہ مانا کا دودھ بھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اتنا شکتی شالی ہوتا ہے۔ کہ فوراً آکاش کی طرف دوڑ جاتا ہے۔ جتنا یہ رُپ داں اور سُندر ہے۔ اتنا بھانگ بھی ہے۔ شیر۔ چیتے۔ بھال۔

آدرجن بھوت آدمی تک اس سے ڈرتے ہیں۔ یہی اگنی دیوتا جب پاپوں و کاروں کے چنگل میں پھنس جاتا ہے۔ تو وہ آدر آدمی جاتا اور طران بپا کرتا ہے کہ سب کان پر لکھ دھرتے ہیں۔ اور پڑتا سے رکھش کی لیکار کرتے ہیں۔

اسرائیل دھیر۔ کوریا اور امریکہ۔ لادس

الجیریا۔ کانگو، بھارت۔ پاکستان۔ چین اور پرتگال رُوس اور اینگلو امریکن ہلاک غرق فیکہ برصغیر مصر میں کون سے ملک ایسے ہیں جہاں اس کی چنگاریاں گل نہیں چکیں۔ یا اس سے بچے بھیت نہیں ہیں۔

اسی سلسلہ میں ہمارے محترم دوست رام کرشن صاحب مفسر ککوڑی کا۔ یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں۔

اٹھانہ دیں قیامیتیں۔ جس کی شملہ باریاں اُجڑنے جائیں یہ چین۔ جو صلسلے جاگیراں

الغرض اگنی دیوتا جس کے آتم درشنوں سے ہمیں ہر شیوں نے محروم نہیں رکھا اُس کا دستانہ رنگ سے پر تپے کرانے میں دور قدیم اور جدید کے فارسی اور اردو کے شاعروں نے بھی اپنی طبع آزمائی کے بڑھ چڑھ کر سمیے دکھائے ہیں۔ اور زور قلم دکھانے میں ہر شیوں سے پیچھے نہیں رہے۔

اگر مذکورہ شاعروں کے تخیلات اور جذبات کا نمونہ بھی پیش کیا جائے تو ادم کے سینکڑوں صفی ت ضرورت پونگے۔ لیکن اس کا دامن اتنا وسیع نہیں کہ اس قدر بوجھ اُٹھا سکے۔ اس لئے اب دوسرے خط کی انتظار کیجئے۔

نشریہ بھاگوت پوران :- مترجم شرمیان پرارہی جی اُردو میں یہ سب سے بڑھا اور اعلیٰ بھاگوت ہے جو کہ اصلی شلوک دار سرل اُردو میں ہے۔ حجم 864 صفحات کلاں۔

قیمت رعنائی آٹھ روپیہ آٹھ آنہ - 8/8
رُخوں کی دُنیاء :- ارتھ زندگی موت اور اس کے بعد مہشت پیٹ جہاں اس جی پر بھا کر انرفیقہ۔ یہ کتاب مصنف نے کافی کھوج کے بعد شائع کی ہے۔ موت کیا ہے؟ انسان سر کیا رہتا ہے۔ اور پس ماندگان سے اس کا تعلق کیسے قائم رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ باتوں کا جواب آپ کو اس میں ملے گا۔ حجم ۳۸۸ صفحات قیمت 8/3

ملنے کا پتہ :- دفتر رسالہ ادم۔ اجمیری گیٹ دہلی۔ ۶

غزل — (امر چند قیس جالندھری)

وہ کیا ہی ستم تھا کہ تھے نت ہی میلے
مگر اب تو ہم رہ گئے ہیں اکیلے
بہت سوگ دیکھے بہت روز گھیلے
یونہی تو نہیں پریم کا کھیل کھیلے
اب اس اپنی نیا کا کرتار کھیوٹ
یہ ٹھاٹھیں یہ باڑھیں یہ دھار یہ ویلے
جو کہتے تھے ہم تو ہیں جیون کے سنگی
ہمیں چھوڑ کر چل دیئے وہ اکیلے
یہی من تو ہے ایک شتر و ہمارا
کوئی یہ بلا مفت ہی ہم سے لے لے
غضب کے وہ چالاک نکلے ہیں ادل!
جنہیں تو سمجھتا تھا اٹھڑا نیلے
برہ، بے کلی، بن، چھل، پیر، آنسو
کمی رہ گئی ہو تو کچھ اور دے لے
سُنائیں کسے جو گذرتی ہے جی پر
وہ ملتے نہیں ہیں اکیلے اکیلے
یہ بادل، یہ بجلی، یہ دایو، یہ ورشا
یہ رُت پیاری پیاری مگر ہم اکیلے
نہ بھولیں گے ہم قیس! مگر بھی ان کو
وہ گم غم سبھائیں۔ وہ چپ چاپ بیٹے

غزل — (امر چند قیس جالندھری)

کھ کے سنار کو لگا کر آگ
پریم میں ہم نے لے لیا دیر آگ
جس قدر بے لگاؤ تھے سے مجھے
اُس سے بڑھ کر ہے تجھ کو مجھ سے لاگ
بدلیاں مدھ بھری اٹھیں ساتی!
سوچا کیا ہے کھول دیا کاگ
بن گئی جی پہ روتے روتے یہاں
وہ سمجھتے ہیں گارہا ہوں میں راگ
جب سُناتا ہوں ان کو من کی سُنیتھا
وہ سُناتے ہیں بے طرح بے لاگ
مڑ کر اک بار کیا ادھر دیکھا
کا منا کوٹ میں لگا دی آگ
نین ساگر ہیں من ہے اگنی کُنڈ
نیر ہی نیر اور آگ ہی آگ
ہم تو سمجھے تھے آپ کو بندت
داہ نکلے ہیں آپ بھی کیا گھاگ
باس پر تیم کا ہر جگہ ہے قیس!
کیا بند را بن اور کیا پر آگ؟

~*~*~*~

”آدم“ کا حلقہ ست سنگ

جن اصحاب کو دید۔ کھٹ شاستر گیتا کی تعلیم کے متعلق اور خاص طور پر ویدانت کے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو یا کوئی بھی روحانی سوال ہو وہ اپنا سوال مختصر لفظوں میں میرے پتہ پر بھیج دیں۔ مفصل جواب آدم کے صفحات میں شائع کر دیا جائیگا۔ میرا پتہ یہ ہے۔
دلیان پنڈی واس چوپرہ۔ $\frac{6w}{29}$ ویسٹ ٹیلنگر نی دہلی ۱۲

سوال :- بھگوان رام مریدا پرشوتم تھے۔ بھگوان کرشن کیوں نہیں۔

جواب :- بھگوان رام ہر قسم کی مریدا کے پالن میں عظیم المثال تھے۔ بطور سعادت مند لڑکے کے۔ بطور بھائی کے۔ بطور ایک راجہ کے۔ بطور پتی کے۔ بطور ایک جرنیل کے سب پہلوؤں میں وہ عظیم المثال تھے۔ اسی نکتہ خیال سے اُن کو مرید پرشوتم کہا جاتا ہے۔ لیکن بھگوان کرشن اپنی جگہ اور خوبیوں کا بلیت کا مجسمہ تھے۔ اُن کو مرید پرشوتم نہ کہنا اُن کی عظمت کو کم نہیں کر دیتا ہے۔

سوال :- بھگوت گیتا میں شری کرشن نے ارجن کو کہا تھا کہ تو سب دھرموں کو چھوڑ کر میری شرن میں آجا۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ کرشن کی پوجا کو چھوڑ کر دوسرے دیوتاؤں کی ارادہ کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔
جواب :- بھگوت گیتا میں جہاں بھی بھگوان کرشن لفظ ”میں“ یا ”میری“ استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہر جگہ ”آتما“ سے مراد ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ دیوتاؤں کے بھگت دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں اور میرے بھگت میرے پاس آتے ہیں۔ لہذا جو لوگ دُینا میں ترقی اور عظمت چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدرت کی شکیں دیوتاؤں کا آسرا لیں۔ لیکن

سوال :- کیا نرگن اپاسنا سے ہی مکتی ملتی ہے؟ یا نرگن سروپ کی اپاسنا سے بھی۔

جواب :- آتما بذاتِ خود تو من اور بڑھی کی پہنچ سے پر ہے اُس میں جو گن دکھائی دیتے ہیں وہ تو مہا بے اپنے تخیل کا ہی نتیجہ ہیں۔ مکتی تو اُسی وقت ہوتی جب من کا بندھن ٹوٹ کر انسان کو اپنی ذات نرگن آتما قیام حاصل ہوگا۔ لیکن روحانی مسافر کو گن سروپ کی اپاسنا سے گذرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک من کا فعل ہے۔ وہ گن کی اپاسنا ہی کر سکتا ہے۔
سوال :- عورت ذات کو اپنا گورد دھارن کرنا چاہیے یا پتی ہی اُس کا گورد ہے؟

جواب :- حقیقی گورد تو سب کا وہی ذات پاک ہے۔ جو بیک درشن کے مطابق زمان اور مکان کی حدود سے پرے ہے۔ میں نے تو آج تک کسی پراچین گرنہ میں نہیں پڑھا کہ عورت کا صرت اپنا پتی ہی گورد ہے۔ اگر پتی جاہل ہو تو وہ روحانی معاملات میں استری کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ جب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پتی ہی استری کا گورد ہے۔ تو اُس سے صرف یہ مراد ہوتی ہے کہ استری کا دھرم کہ ہر حالت میں پتی کی عزت کو سب سے اُدبھا درج دے۔

جو لوگ آتم انوکھو چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ راستہ نہیں ہے۔ البتہ اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق ہی اپنا دستور العمل انتخاب کرتا ہے۔

سوال :- کیا رام کرشن۔ وشنو۔ شتو۔ وغیرہ سب ایک ہی شکتی کا نام ہے۔ یا اُن کا اپنا اپنا اسم تھا ہے۔
جواب :- شکتی جہاں بھی ہے وہ ایک ہی بنیادی ذات واحد کا مظہر ہے۔ اجسام اور اسمائے کی امتیاز سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ یہ صرت ہمارے من اور خیال کا مجوزہ ہے کہ ایک ہی ذات واحد مختلف صورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔
سوال :- اس سنار کو سچا مان کرنے والی جو شکتی ہے وہ ظاہر کیوں نہیں ہوتی ہے ؟

جواب :- کوئی بھی شکتی ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب عالم اس شکتی کا مظہر ہے۔ لیکن شکتی بذات خود تو ہمیشہ مخفی ہی رہتی ہے ؟

سوال :- سبکی منس شجہ کرم کرتے ہوئے بھی دکھ کا انوکھو کرتے ہیں۔ البتہ کیوں ہوتا ہے۔

جواب :- سکھ اور دکھ دونوں بندھن ہیں۔ یہ بندھن اُسی وقت ٹوٹتا ہے جب اپنی ذات حقیقی (آتما) کے سروپ کا گیان ہوتا ہے۔ جو کہ اُترتا ہے۔ یعنی اُس میں ناعلیت کا احساس نہیں ہے۔ شجہ کرم من کو پورے کرتے ہیں۔ کرم بندھن سے نکت نہیں کر سکتے ہیں۔ سکھ دکھ کی تیز سے اُسی وقت نکلتی ہوگی جب آتم درشن ہوگا۔

سوال :- جب انسان بڑا کرم کرتا ہے تو اپنے اندر سے کوئی اُسے منع کرتی ہے۔ وہ کتنی کیا ہے۔ اور کیوں کہایا ہوتا ہے ؟
جواب :- جب تک ہمارا من کام کرتا ہے انسان اپنی ذات میں شائد بھی ہے۔ اور مشہود بھی ہے۔ ناظر بھی ہے اور منطوق بھی ہے۔ بڑا کرم کرنے لگتا ہے۔ تو اُس کا اپنی ہی آواز اُسے طاعت کرتی ہے۔ اسی نفل کو ضمیر یا کالشنس (Conscience) کہتے ہیں خودی غلط راستہ اختیار کرنے پر مائل ہے۔ اور خودی رہنمائی کرتا ہے۔

سوال :- کیا آتما اور پرما آتما ایک ہی جسم میں ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔ یا جدا جدا ؟ اگر جدا جدا ہیں تو وہ کہاں ہیں۔ اگر اکٹھے ہیں رہتے ہیں تو آج تک ملاپ کیوں نہیں ہوا ؟

جواب :- شرمان جی ! اصل میں حقیقی معنوں میں تو صرف ایک ہی ذات واحد ہست ہے۔ اور وہ آدیت ہے یعنی دوسرے پن کا گیان سمجھتا ہے۔ وہ ذات واحد دلش اور کال کی حدود سے پرے ہے۔ یعنی کسور خاص جگہ رہنے کا اُس کے متعلق سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اس شریر میں دو روپ سے رہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ شاید بھی ہے مشہود بھی ہے۔ بھوت روپ سے جو معلوم ہوتی ہے۔ اور شاید روپ سے آخری حقیقت برہم ہے۔ تو یا ایک ہی ذات دو روپ دھارن کرتی نظر آتی ہے۔ ان دونوں کا ملاپ تو بے معنی ہے۔ ملاپ تو دو مختلف چیزوں کا ہوتا ہے۔ یہ تو ہمیشہ سے صرت ایک ہی ذات واحد ہے۔ جب اس میں دوسرے پن کا سمجھا گیان دُور ہو جاتا ہے۔ تو ایک ہی ذات واحد رہ جاتی ہے۔ ملاپ تو نہیں ہوا ہاں سمجھا گیان دُور ہو گیا

سوال :- کیا آپ مختصر لفظوں میں بتا سکتے ہیں کہ دیوتا کیلئے جواب :- لفظ دیوانت کے معنی وید کا انت ہیں۔ یعنی دیوتا کا آخری پیغام۔ اور مختصر لفظوں میں یہ پیغام یہ ہے۔ (۱) برہم ست ہے۔ (۲) جگت سمجھتا ہے۔ اور (۳) جو اور برہم ایک ہی ہیں۔ سوال :- کیا آپ پرما آتما کی ہستی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

جواب :- اگر میں کہوں کہ میں کوئی ثبوت نہیں دے سکتا تو آپ حیران ہوں گے اور اگر میں کہوں کہ دید بھی اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے ہیں تو آپ اور بھی حیران ہونگے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ آخری ذات ثبوت کا مفہون نہیں ہے۔ جو من اور بدھی کی پیچ سے پرے ہے۔ اُس میں ثبوت کو کس طرح سے دخل ہو سکتا ہے۔ وہ انسانی عقل۔ دلیل۔ منطق اور فلسفہ کی پیچ سے پرے ہے۔ ہاں اُس کا انوکھو ضرور ہو سکتا ہے۔ اور یا تبیل کا یوگ نشا اُس کے انوکھو کا بہترین طریقہ ہے۔ جب عقل اپنا کام ختم کر چکیں تو ذات حقیقی رونما ہوگی۔ ثبوت اُن چیزوں کا پرم

آج کی بات

ازکوی نوک نامہ جی دل فرشاب نواسی

ہو گئے ہیں حال سے بے حال اب
 بیبیاں تو دفتر و نہی شان ہیں
 بیٹا ہوٹل میں اڑتا ہے کباب
 بوڑھی دادی اس طرح گھر میں نہ
 دادی ان پرٹھہ اور پوتا اٹھوٹھ
 ڈیڈی۔ مٹی۔ پنکی۔ پیو کار و راج
 ہر جگہ فیشن کی گڈی چڑھ گئی
 پیالیوں کا اور پلیٹوں کا ہے راج
 ہربانی ساری سپریٹ کی ہے
 فوٹیں پین اور کلائی کی گھڑی
 ساز ہندی اور ولایتی ٹون ہے
 چل رہے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے
 شیشہ و شانہ کے دیکھو گھڑی
 پنڈٹ اور بٹن شرٹ یوں تنہا چڑھی
 بھول بیٹھے ہیں پورانی چال اب
 گودی میں شوہر لئے ہیں بال اب
 باپ کو ملتی ہے گھر میں دال اب
 جیسے چرخے کی پورانی مال اب
 یہ ہوا ہندوستان کا حال اب
 بڑھتا ہی جاتا ہے آئے سال اب
 کون پوچھے سادگی کا حال اب
 اٹھ گئے گھر سے گلاس اور تھال اب
 گھومتے ہیں جو دستہ تیلی لال اب
 ان کی ہے تلوا سادہ دیکھ حال اب
 گیت ہندی اور ولایتی تال اب
 دلش کے لڑکے بدیشی چال اب
 ہو گئے محتاج ان کے بال اب
 کرتے پاجامہ ہو اپا نیمال اب

پہنتے ہیں ڈھیلے ڈھالے لاٹھیاں یہ
 چھوڑتے ہیں جب بھی کالج یا سکول
 گنگناتے پھرتے ہیں یہ فلمی گیت
 لڑکیوں کے پیچھے ہیں یہ دور تے
 کرتے ہیں من مانی اپنی آئے دن
 سن بزرگوں کے ادب کی بات کو
 تیزی سے چلنے لگی ہے بڑے دھڑک
 ہونٹ ہندی اور ولایتی لپٹک
 گم ہوا اور ہندی کی بہار
 مٹھی بھر لوڈ تو چیمہ بھر کریم
 بازو بھی نٹے ہیں تنکا پیٹ بھی
 ہو گئی بے خوف کندھوں پر سوار
 بیٹی اور جوڑھے کے بندھن کھل گئے
 سر سے اتر اس طرح گھوٹ گھوٹ
 لاج گھر کی گنتی ہے بازار میں
 پڑھا لکھا اک زمانہ ہو گیا
 وہ اندھیرا ایک نظر آتا نہیں
 رہ گئیں چندھیہ کے آنکھیں سرسبز

کاش کہ ایسی چلے کوئی ہوا
 لوٹ آئے دور گزرے وقت کا

بھگت لاکھا جی

خزائن کا مالک وہی ایشور ہے ۷

اردو اڈیش میں لاکھا جی ایک مشہور بھگت ہوئے۔ وہ اتنے سادھو سیوک بھگوت پرہی تھے۔ کہ اُن کی شہرت کی دھاک دور دور تک پھیل گئی تھی کہ وہاں کے راجہ کو بھی آپ سے بڑی بھاری عقیدت ہو گئی۔ راجہ اُن کی سینوا اپنے لئے سو بھاگیاں خیال کرتے تھے۔ لیکن وہ جتنے وسیع راج دھن سے پرہیز کرتے تھے اور جو کچھ اُنہیں اپنی منزل دُوری سے میسر آتا تھا۔ اُس میں گزراں ہوتی تھی۔ اُن کا قول تھا کہ جو لوگ اپنی قلیل ترین کمائی میں ہی کسی دُشمن سے آمید رکھے بغیر خوشی خوشی گزارہ کر سکتے ہیں۔ وہ ہی اُنیادی پدارتھوں کی مجتہ سے آزاد ہو سکتے ہیں اور اسی لئے غریبی ایک بڑی برکت بنی گئی ہے۔

”واہ غریبی رنگلی جے گوریلے فقیر“

یہ اُن کا ہی مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غریبی ایک نہایت ہی رنگین اور خوبصورت شے ہے۔ بشرطیکہ شکست دینے والا کوئی کامل فقیر ہو۔

جب آپ کی لڑکی کی شادی کا وقت آیا تو میزار روپیہ کا سامان راجہ نے لڑکی کی شادی کے لئے اُن کے ہاں بھیج دیا وہ بہت منع کرتے رہے مگر راجہ کے آدمی زبردستی وہ سامان اُن کے گھر میں پھینک ہی گئے۔ اسی طرح اور بھی کئی شرمناک و مجنوں نے اُن کے ہاں بہت سی اشیاء پہنچا دیں۔ مگر اُن کا تو نکتہ نگاہ ہی اور تھا۔ وہ تو اپنی کمائی اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک کوڑی بھی خرچ کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس لئے لڑکی کی شادی کے ساتھ ہی اُنہوں نے ایک بیگیہ بھی آرہجھ کر دیا۔ لڑکی کی شادی پر اپنی کمائی کے صرف پچاس روپے خرچ کئے اور باقی جو کچھ راج محل یا باقی عقیدت مندوں کے گھر سے آیا ہوا تھا۔ سارے کا سارا بیگیہ کے موقع پر غریب غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

صرف اپنا ہی اور وہ بھونیک نیبی اور محنت سے کمایا ہوا دھن کھانا نفس ضبط کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو ضبط نفس کا عامل نہیں۔ اُس کی ذہنی شے کا منا میں کبھی شانت نہیں ہو سکتیں۔ جو وہ شے داناؤں میں اُٹک جاتا ہے۔ وہ پر بھوکے راہ پر کیسے آئے گا۔ اس لئے پر بھوکے ساتھ پریم اور پریتی بڑھانے والے لوگوں کو کبھی بھی کسی کے دھن کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنا چاہیے۔

(ادم شمس)

विहाय कामान्यः सर्वान्मुमांश्चरति निःस्पृहः
निर्ममो निरहंकारः स शान्तिमधिगच्छति ।

ابدی سکھ

جہاں میں ڈھونڈتے سب ہیں ہمیں ہو ابدی سکھ حاصل
لیگا یہ وہاں سے ہی جہاں رہتا ہے یہ کامل

کبھی ڈھونڈیں یہ عورت میں کبھی دولت میں عزت میں
کبھی تعریف میں اپنی کہ نیکی کا ہوں میں فاعل

حقیقت میں ہے سکھ رہتا پر بھوکے چرن کلوں میں
شرن میں جو بھی آجائے اُسے ہو گا ضرور حاصل

بچھا کر دے سب کچھ ہی بنا رکھا ہے جو اپنا
بجز کرنے خودی کو بھینٹ خوشی ابدی ہے لا حاصل

کلام عارفان ہے یہ وہی اس جا رہے گا خوش
پر بھوکے یاد میں ہر دم رہے دن رات جوشاغل

ہنیں منشا الگ کرنے کا تم کو کارِ دُنیا سے
رکھو دل میں پر بھوکے یاد جسم سے خواہ رہو شاغل

بھلے ہی وہ رہے جاہل لگاہ میں دُنیا داروں کی
مگر دل میں پر بھوکے یاد جسے ہر دم وہ ہے عاقل

صدقِ دل سے سدا چیتے رہو تم نام الیشور کا
بلانے پر وہ آتا ہے اگر ہو تم میں دردِ دل

رہیگی ہر گھڑی بھنڈک سرورِ دل نہ ٹوٹے گا
فساہ سے دل ہٹا پورن رہو حق سے سدا وصل

شری سوامی پری پورناشد
جی ہاراج پورن

بھگت نیلامبرداس

جائے سنگ، سہی آپ میں تاکو کہا بگاڑ ۶

بھگت نیلامبرداس کے مقدور کیا کہنا۔ موہن کی موہنی کشش باطنی سے ان کی طرت بے اختیار کھج گئے۔ نیلامبرداس دنیادی سکھوں سے ہر طرح کامیاب تھے۔ سکھ تھے۔ استری، پتر، دھن، دولت، جاہ، دھمت، سامان، غیش، عشرت سب کچھ تھا۔ مگر ان تمام پایا دی دینا کا ان پر جادو نہ چل سکا۔ وہ ایک دن اس حقیقی ناقابل منسوب الابدی داری کشش کے زیر اثر سب کچھ چھوڑ کر چل نکلے۔ کہاں؟ بھگوان کے درشن کرنے کے لئے۔ وہ بھگوان کو یاد کرتے ہوئے جگن ناتھ پوری پہنچے۔ نیلے شب دروز مسافت کے مصائب اٹھانے لگے۔ ان کو سمیت کا بھی علم نہ تھا۔ کہ وہ کدھر جا رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ جا رہے تھے۔ جدھر ان کا من لے جا رہا تھا۔ جذب دل، کھانے پینے آرام کرنے کا مطلق خیال نہ تھا۔ دھن بھی تو صرف ایک ہی جگن ناتھ پہنچ کر بھگوان کے درشنوں کی۔ جگن ناتھ پوری ان کے گاؤں سے نزدیک نہیں تھی کہ ایک دو دن میں پہنچ جاتے۔ کہاں شمالی ہیں ان کا گھر اور کہاں جنوبی پرانت میں شری جگن ناتھ پوری۔ مگر انہیں تو چلتے رہنے کے سوا کچھ خبر نہ تھی۔ اور نہ ہی تھا ان کے سامنے کوئی اور نصب العین۔ غیر مصیبتیں جھیلنے بھیلنے آخر گنگا کی کے کنارے پہنچ گئے۔ گنگا میں طینی تھی، زردیوں کے ساتھ۔ ہیپ ہردوں کے اٹھنے اور گرنے کی ہتیناک خدا سے دل کا اپ اٹھا تھا۔ سر کی کشتی نہیں تھی۔ یہ نظارہ دیکھ کر نیلامبرداس جی گھرا گئے کہ کس طرح دریا کو پار کیا جائے۔ اور بھگوان کے چروں میں سکون حاصل کیا جائے۔ کوئی تجویز نہ تھی۔ نہیں پتی تھی۔ آخر بھگوان کی پرار تھا میں ہمہ تن موہو گئے۔ کچھ وقت اسی طرح گزر گیا۔ آخر ایک چھوڑا ہوا ہیرا نندی میں جال بھینک کر پھیل پلٹ پلٹ کر ناکستی سمیت وہیں آئینا۔ اُسے دیکھ کر نیلامبرداس پر خوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ اُس نے بھگوان کو دھنیہ واد دیتے ہوئے ماہی گیر کو آواز دی۔ اے بھائی! کشتی کو ادھر لے آ۔ اور اس مصیبت کے وقت مجھے نندی سے پار کر دے۔ پیسوں کے لئے گھرانے کی ضرورت نہیں۔ پار پہنچے پر تو مانگے گا ضرور دے دیا جائے گا۔ ماہی گیر کی باچھیں کھل گئیں۔ دل میں سوچے لگا۔ شکار اچھا پھنسا اس نے نیلامبرداس کو کشتی پر چڑھایا اور دریا میں اتر گیا۔ ماہی گیر اس غرض سے کہ نیلامبرداس کو اس سس میرسی کی حالت میں جان سے مار کر سب کچھ چھین لیا جائے۔ کشتی کو بلا دھم دریا کے گرداب کی طرف بڑھانے لگا۔ نیلامبرداس نے بھی اس کے طور و اطوار سے اُس کی نیت کو بھانپ لیا۔ انہوں نے الشبور پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے بڑی بخوبی کے ساتھ کیا۔ بھائی! تیرا اس طرح

کشتی کو بے مقصد ادھر ادھر لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ اچھی بات۔ میں دیکھوں گا تو کس طرح اپنے ارادہ میں کامیاب ہو سکتا ہے؟

نیلامبر داس کے یہ الفاظ سُن کر ماہی گیر نے..... خوفناک ہنسی کے ساتھ کہا۔ تم تو بڑے دھرماتا اور ایشور بھگت مندرم ہوتے ہو۔ اس لئے جس کو یاد کرنا ہو کر لو کیونکہ تھوڑی سی دیر میں تمہارا کام تمام ہو جائے گا۔
نیلامبر داس جی اُس کی دھمکی سے یا موت کو سامنے دیکھ کر بالکل نہ گھبرائے اور ایشور کو یاد کرنے میں محو ہو گئے۔
لپٹنے میں پیچھے سے ایک بڑی رعب دار آواز کاؤں میں آئی۔ ماہی گیر کا دل کانپ اٹھا اور نیلامبر داس کو کونہ مسرت حاصل ہوئی۔ دو ذلے مڑ کر دیکھا کہ کنارے پر ایک بالکا را چھوٹ تیر دکان تانے کھڑا ماہی گیر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔
”اے بھوے! ادھر کشتی لے آ۔ اگر تجھے زندگی کی اُمید ہے تو فوراً اس کنارے سے کشتی کو لگا۔“
ماہی گیر کا رنگ فق ہو گیا۔ دل مارے خوف کے کانپ اٹھا۔ مگر پھر بھی اُس نے کانپتے ہوئے بازوؤں سے کشتی کو آگے ہی لے جانے کے لئے چٹو مارا۔ اتنے میں ایک سنسناٹا بھائیتر کشتی میں لگا۔ اور بیتناک لکار فضا میں گونج گئی۔ ”خبردار! اونچ بھوے۔ تو باتوں سے ماننے والا نظر نہیں آتا۔ اب کے ایک ایچ بھی کشتی کو آگے لیجانے کی کوشش کی۔ تو دوسرا بھائیتر تیرے سینے کے اندر پیوست ہو گا۔“



اب ماہی گیر کے ہوش بھگانے لگے اور سمجھا کہ اب کنارے پر کشتی لگائے بغیر زندگی کی غیر نہیں چاہتا۔
نے فوراً کشتی کو کنارے آ لگایا۔

راجپوت نوجوان نے کہا: ”اگرچھوے! دیکھو میں تم جیسے لوگوں کا جو غریبوں اور بے زادوں کو ناحق ستلنے، لوٹنے اور مارنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں، مجسم کال ہوں۔“

راجپوت کے یہ الفاظ سن کر نیلا مہر داس نے اس کا برا دھنیہ داد کرتے ہوئے کہا۔ اے محسن اعلیٰ! آج آپ نے عین وقت پر میری امداد کی اور مجھے موت کے منہ سے بچالیا۔ ایک اور بھی بہر بانی کریں اور مجھے جگن ناتھ پوری جانے کا راستہ بتادیں۔ میں بھگوان کے درشنوں کے لئے از حد بیتاب ہوں۔

نوجوان راجپوت نے نیلا مہر داس کو تسلی دی اور باہی گرو گشتی گین ایچ میں کہا ”جلد اس برہمن دینا کو ندی کے دوسرے کنارے چھوڑ آؤ۔ میں تمہاری اس کٹارے سے جوپ نگرانی کروں گا۔ اگر ذرا بھی تو نے خرابی کی تو سمجھ لو بیبا سے ہی سننا نا ہوتا تمہارا پیغام اجل بن کر تمہارے سینے سے پار ہو جائے گا“

باہی گرنے اتنے میں ہی اپنی غلامی دیکھتے ہوئے نوجوان راجپوت کے قدموں کو چھو اور بھگت نیلا مہر داس کو کشتی پر بٹھالیا۔ نیلا مہر داس نے جاتی دفعہ ایک احسانندانہ نگاہ اس راجپوت پر ڈالی اور ان کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ راجپوت کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ پرامتا کا ہی سروپ ہے۔ اس کے درشنوں سے وہ گدگد ہو گیا۔

صبح ہے۔

”ڈنڈا پیراے وگڑیاں تگڑیاں دا“

تو گن پرش سختی سے ہی راہ راست پر آتے ہیں۔

دوسرے کنارے پر پہنچ کر نیلا مہر داس نے پھر اپنی راہ کی۔ کچھ دنوں بعد جگن ناتھ پوری پہنچ ہی گئے اتفاقاً اسی دن رتھ ہاترا تھی۔ ساری پوری پر آئندگی گھٹا میں چھا رہی تھیں۔ بھگوان کے رتھ کے ساتھ ہزاروں زن و مرد بھگت کے گیت گارہے تھے۔ یہ دیکھ کر بھگت نیلا مہر داس کا دل ٹپپوں اچھلنے لگا۔ مدت کی مراد بر آئی۔ وجد میں آکر رتھ کے سامنے ناچنے لگے۔ آنکھوں سے پریم کی دھار بہ رہی تھی۔ آخر فور جذبات میں اتنا بنجو ہو گیا۔ نیلا مہر داس نے تشری جگن ناتھ کے پریم میں گن سگرمن کی بات پر کھوکھوہی۔ بھگت اور بھگت بھلا میں آنکھیں چار پوتے ہی پراسرار بات چیت ہوئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نیلا مہر داس جی رتھ کے سامنے گر پڑے اور ان کی آتما بھگوان کی آتما میں لین ہوئی۔ لوگ ان کی سچی بھگتی و جذبہ عشق کو دیکھ کر عشق عشق کر اٹھے۔

ادام شہ

پریم پیالہ

پریم پیالہ جو پیے مسیس دکھنا ہے
لو بھی سیس نہ دے سکے نام پریم کالے
پریم پیالہ بھر پیار اس دیا گورگیا
دیا نقارہ شہید کالال کھڑے میدان
پریم پریم سب کو پیے پریم نہ جھینے
اکھ پر جھینا ہے پریم کہاں سوئے
آپا پریم کہاں کیا دیکھا تھا سب کوئے
جھن روتے جھن میں پیے سو پریم پوئے

غور مارا سینہ میں موتی لائے پیٹھ
وہ موتی کیا پائیں گے جو ہے کنارے پیٹھ

”سندر سپن!“

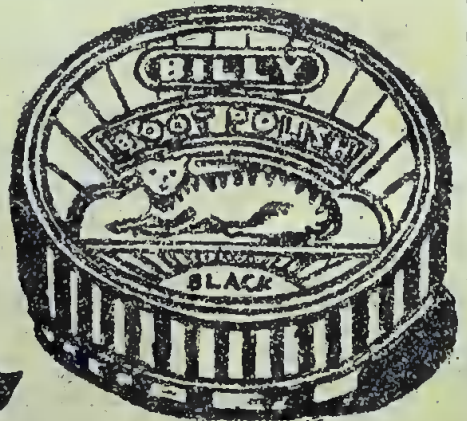
شری صاحب بھارتی
 بیابان کی بار بار آغوش رنگین فضاؤں نے صحن چمن
 کو لالہ زار بنا دیا تھا۔
 سورج کی گنگا جمنی کرنیں مہارے بہار میں مست د
 سرشار شاخوں کی گل بدامن پتیوں سے آنکھ پھولی کھیل
 رہی تھیں۔
 نسیم کے متانہ دار لطیف جھونکے خوشنما پھول
 کی نازک پنکھڑیوں سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔
 رنگین پتیلیاں پھولوں پر رقص فرما تھیں۔
 بھونکا کلیوں کے پریم میں گمن، پریم کے رس
 بھرے گیت گارہا تھا۔
 اور میری آنکھیں اپنے کرشن کہنائی کے
 ”کوئل ادھروں“ پر رقص کر نیوالی ”مدھر سکان“
 کا ”سندر سپن“ دیکھ رہی تھیں

رُبَاعِیات

شری صاحب بھارتی
 اللہ عطا کرنا نہ عظمت جھکو
 دینا نہ فرشتوں پہ فضیلت جھکو
 اک بار نکالا گیا جس جنت سے
 اب ایسی نہیں چاہیے جنت جھکو

احساس خوشی و شادمانی - توبہ
 تمیز شکست و کامرانی - توبہ
 دل ”رنگِ دولی“ سے ہو گیا نیراز
 اُن یہ شوقِ زبوں ”ذوقِ فانی“ توبہ

بیلو پالش
 کی جان اور شان



روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں

بھگت چند داس

شیخ عریب رام شاہ فیروز پوری

پنجابی زبان میں ہیرا بنجے کا قصہ لکھ کر سید دارث شاہ نے اپنے نام کو امر کر دیا ہے۔ اس قصے کے چند ایک احوال کا کہنا ہے۔ کہ پھر نام ہے رُوح کا اور راجھا نام ہے جسم کا۔ جس طرح رُوح کے بغیر جسم اور جسم کے بغیر رُوح کا کوئی سر نہ ہو نہیں۔ اسی طرح پھر کے بغیر راجھے اور راجھے کے بغیر پھر کا حال بالکل تباہ تھا۔ اسی قسم کا ایک قصہ ملک بنگال میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جو بھگت چند داس اور رامی دھوبن کے بارے میں ہے۔

ہندوستان کے قدیم فلسفے نے محبت کو تین مدارج میں تقسیم کر رکھا ہے۔

اول :- عشق مجازی یا جنسی اختلاط۔

دریم :- عشق حقیقی یا عارفانہ اتصال۔

سویم :- عشق روحانی یا جزد کا اپنے کل میں سما جانا۔

علامہ ازیں اُپشندوں کی رو سے یہ تین اقسام کے عشق انفرادی حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ عشق روحانی کی ہی مختلف کڑیاں ہیں۔ یہ الفاظ دیگر جسم کی قرابت۔ بوس و کنار۔ وظیفہ زودہیت۔ شعر و شاعری۔ رقص و سرود حمد و ثنا۔ توصیف و مراقبہ۔ خود شناسی و خود فراموشی وغیرہ اظہار محبت کے مختلف ذرائع ہیں۔ اور عشق روحانی کے ابتدائی۔ ثانوی اور ضمنی مرحلے ہیں۔ دشنومت کے پجاریوں نے اس فلسفے کو رادھا اور کرشن کی مشہور تمثال کے حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس میں کرشن کو بھگدان اور گویوں کو انسانی ارداح اور ہندوؤں کو میدان آکا ہی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں دشنومت کے اسی فلسفے کو تانترک مشائخ کے بوکودھوں نے اپنے مٹھوں میں عملی صورت میں رائج کیا۔ دیوداسیوں کو دیوتا کے بت کے سامنے ناچنا پڑتا تھا۔ فن موسیقی یا راگ و دیا کو علم صرنت اور تصوف کی ایک ضروری شاخ قرار دیا گیا۔ اور اصل خداوندی سے وابستہ کتب کا بیشتر حصہ شعر و شاعری اور نظموں کی شکل میں تصنیف کیا گیا۔ دیوتاؤں کو خوش رکھنے کے لئے بھیجنے کی رتن۔ شبد۔ جاپ اور الاپ پر خاص زور دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ چند داس بھی اسی قسم کے ایک ہندو کا پجاری تھا۔ شعر و شاعری اور فن موسیقی میں کمال دسترس

حاصل تھی۔ تمام ٹھوٹے بڑے اُس کی سیرت اور عورت کے غلام تھے۔ چنڈی داس چودھویں صدی عیسوی میں جو پورے قریب جوار میں واقع داسلی دیوی کے مندر کا سر دائرہ زینہ بچاری تھا۔ اور ذات کا براہمن تھا۔ ایک دن وہ دریا کے کنارے کنارے جہاں عورتیں کڑے دھوپ میں تھیں۔ چلا جا رہا تھا۔ اُن عورتوں میں ایک نوجوان دو تیز راہی بھی تھی۔ جو ذات کی دھوبن تھی۔ مگر جس میں کسی شہزادی یا دیو داسی سے کم نہ تھی۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ پہلی جھلک میں صبر کا پیمانہ جھلک گیا۔ جھلک چنڈی داس اُس ہی لمحہ رامی کے عشق میں سرشار ہو کر بجائے مندر کا بچاری رہنے کے پریم بچاری بن گیا۔ رامی نہایت ہی حسین اور شریف لڑکی تھی۔ مگر سماج کی زنگیوں میں ایک دھوبن کسی براہمن کی کچھ بھی نہیں ہو سکتی۔ تاہم چنڈی داس نے اپنے لیکوں میں کھلے بندوں اپنے عشق کا اقبال کیا۔ چنڈی داس کے گیت پیار کی حدود سے نکل کر پرستش کے درجہ تک پہنچے۔ جو عذابات سے معمور تھے۔ چنڈی داس کہتے۔

”میری محبوبہ میں نے تیرے قدموں میں پناہ لی۔ جب تو سامنے نہیں آتی تو مجھے چین نہیں آتی۔ تو میرے لئے اُسی طرح ہے۔ جس طرح ایک بیکس کے لئے ماں۔ تو میری دیوی تو میرا خدا ہے۔ تو میرے گلے کی لالچے۔ تم میری پرستش اور میری دعاؤں کی سجدہ گاہ ہو۔ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ اپنے خوبصورت بالوں میں پھولوں کا گجرانہ لگایا کرو۔ اُبھرتے ہوئے جون کے گرد انگیانہ کھینچا کرو۔ میں دینی موٹی چنگاریوں کی موٹی خواہشوں۔ ہمنوع تھاؤں اور شہسختی تیروں کے سہارے کب تک اُڑتا رہوں گا۔ میری زندگی راحت نہیں۔ رنج بھی نہیں بلکہ ایک جستجو ہے۔ تیرے پیار میں رہنے کے بجائے ایک مرتبہ بطور مشعل بلند ہو کر بجھ جانے کو جی چاہتا ہے۔ محبت ہی خدا ہے۔ محبت ہی خدا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ فرض۔ اصول گمان اور مذہب کی دیواریں اس عظیم طاقت کے سامنے محض کھلنے ہیں۔ ساری خلقت ایک اشتراک میں بندھی ہوئی ہے۔ تکلیف بڑے کو جو یا چھوٹے کو جو تمام کائنات میں پھیل جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے۔“

چنڈی داس کے گیت رامی کی بدنامی کا باعث بن گئے۔ یہ دیکھ کر چنڈی داس کو تو براہمنوں نے اپنی برادری سے خارج کر دیا۔ ادھر رامی کی ماں کو پتہ چلا تو اُس نے بیٹی کو مار مار کر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ گھر سے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔ رامی نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن بدن سونکھ کر کاٹا ہوئی گئی۔

چنڈی داس کے درد بھرے گیت جو اُس نے رامی کے پیار میں لکھے تھاؤں میں بارہ سال تک گونجنے لگے۔ بچے چنڈی داس کو دیوانہ سمجھ کر اُسے پتھر مارتے۔ گردہ پانگلوں کی طرح بہتا اور گاتا پڑا رامی کی گلیوں میں گھومنا کرتا۔ رامی بھی یہ خبریں سُن کر نہ حال ہوئی جاتی تھی اُسے دن کا مرض لاحق ہو چکا تھا۔ ادھر چنڈی داس مرض دیوانگی میں مبتلا تھا۔ یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر چنڈی کے بڑے بھائی رومی داس کو بہت ترس آیا۔ اُس نے چنڈی داس کے گورو رامی سید انند جی سے پرار تھا کی کہ سمجھو اُسے پتھر مارتے۔ گورو جی نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ چنڈی داس کے سر پر رکھا اور محبت کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے کہا ”میرے بچے میں چاہتا ہوں کہ تم محبت کی رُو حالی منتر میں طے کرو۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی گھٹیا نفس کے عشق ہیں۔ عشق مجازی میں آدمی کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی مشرتہ پر قبضہ کرے۔ اُسے اپنا بنائے۔ یو سکے تو اُسے اپنی بیوی یا داسی بنا کر عشق کرے۔ بھلا کسی نازک بدن دو تیزہ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا کہاں کا عشق ہے۔ اگر تم عشق حقیقی کی طرف مائل ہوتے ہو تو تمہاری یہ خواہش ہوگی کہ تم اپنے خدا یا محبوب کے ہو جاؤ۔ اُس کی رضا کے سامنے سر کو جھکاؤ۔ اُسے مالک اور خود کو اُس کا غلام سمجھو۔ مگر یہ خودی کے خلاف ہے۔“

دید دیاس جی تو کہہ گئے ہیں کہ سرودہ ہے جو خدا کے سامنے بھی نہ جھکنے پائے۔ اس لئے میرے عزیز شاگرد عشق روحانی ہی سب سے افضل ہے۔ جس میں نہ تو کسی کا غلام بننے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کو غلام بنانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ عاشق عاشق نہیں رہتا۔ معشوق معشوق نہیں رہتا۔ دونوں گھل مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ تو تو نہ رہا میں میں نہ رہا۔ بس جھگڑا خودی کا پاک ہوا۔

”میرے ہونا زینچے۔ رامی کے عشق مجازی سے بانٹاؤ۔ اس سے عشق حقیقی بھی نہ کر دے۔ اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو اس سے عشق روحانی کرو۔ دنیا کے بنائے والے رام کو موٹ روپ میں رامی کے اندر دیکھو۔ ہتھکڑیاں ہوگا۔ عشق روحانی بڑا آسان ہے۔ یعنی عشق مجازی سے دست بردار ہو جانے کا نام ہی عشق روحانی ہے۔ محبت میں ہمارے جلنے کو ہی حیات مانا جاتا ہے۔ میرے ہونا زینچت فکر اپنے بھائی کا بھائی مان لو اور گھر چلے جاؤ۔ اپنے بھائی رومی داس کی آہ و فزاید اور گورو سچند اند کی خوشنودی کی خاطر چندی داس گھر لوٹ آیا اور اعلان کر دیا کہ رامی کے عشق مجازی سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ میرا اس سے اب کوئی جسمانی یا مجازی سروکار نہیں ہے۔ یہ سن کر رامی کو عشق آگیا اور وہ بھی بیٹھ لگا یوں سے آسمان کو دیکھنے لگی جیسے کہ وہاں چندی داس بیٹھا ہو۔

چندی داس کے اعلان دست برداری سے برادری والے براہمن بہت خوش ہوئے اور اسے شہدہ کرنے کی رسم کی تیاریاں کرنے لگے ان کا خیال تھا کہ شہدہ قوم کی رٹکی سے پار کرنے والے آدمی کا دل اور جسم ناپاک ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر یوں کی آگ نے نفاق کو منور کر دیا۔ دید منتروں کے الپ کے باعث وجدانی کیفیت چھا گئی۔ چندی داس بھی وہاں لائے گئے۔ اور شہدھی کی رسم کا آرمہٹوا کرتے ہیں رامی وہاں آئیں تب چندی داس کو سوائے رامی کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ دونوں تیزی سے دھڑک کر ایک دوسرے سے بھل کر ہو گئے۔ عشق کھاکر زمین پر گر پڑے۔ اور اسی وقت ان کی روح ہمیشہ کے لئے قفس عنبری سے پردار کر گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند ایک نیک دل براہمنوں کو ایسا رعبی ملاپ دکھائی دیا۔ جیسے رامی رادھا ہو اور چندی داس شرش۔ ”ادم ششم“

”بھگوت پریم انک“

جنوری ۱۹۴۲ء کا سالنامہ ”پریم انک“ کے نام سے منسوب ہوگا۔

ہماری اپنے معزز نامہ نگار صاحبان سے پرار تھنا ہے کہ وہ اپنے مضامین ۱۵ ستمبر ۱۹۴۱ء تک بھیجنے کی کریا کریں۔

ینچر ”ادم“ دہلی

عاشقِ روحانی

ایس عشق دے اُلٹے چالے۔ بھر بھر دیتا اہر پالے
 سیوک پی ہون متوالے۔ کچھ تیں کچھ نہ کہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی
 عشق ہوراں دے اُلٹے رٹے۔ عاشق پھر نہ ہیشہ پھٹے
 تو کی مارن پھر پھڑوٹے۔ ایہ گل عاشق کہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی
 ایس عشق دی جاں اگ بھر کے۔ لو کی دیوں سولی پھر کے
 عاشق دا دل ذرہ نہ دھڑکے۔ چٹا سر پر رہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی
 عشق ہوری جد نشہ چھکاؤن۔ مگر باہری ہوش بھلاؤن
 ملے سبج پیر نہ پاؤن۔ لوک دیوانہ کہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی
 عاشق پھر دسدا حیرانے۔ لو کی سا مارن طعنے
 عاشق دسبے لامکانے۔ صم بکس بہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی
 ست رام کو جانو جھٹلا۔ کچھ تیں رام نہ کہندے اللہ
 دے داہنیں پھر داپلے۔ سوہنگ سوہنگ کہندے نی
 عاشقِ مست ہو رہندے نی

سچا عاشق

← از مہاتما شہنشاہ جی ہاراج

سچا عاشق ہے جو وہ خوف و خطر کیا جانے
 عشق کے ادب کے رتبے کو خدایا ہی جانے
 رتبہ و جنوں و لیلے تو جانے کوئی
 صبر کہتے ہیں جسے شمع سے جا کر پوچھو
 دیکھ سکتی ہی نہیں دینا کی آنکھیں اسکو
 نا صحیح تجھ کو خبر دین کی دینا کی سہی
 جاننا اس کو ہے تو جا کے شہنشاہ سے ملو
 حسن بیکتا کی قدر علم و مہر کیا جانے
 پر جلیں یاں پہ فرشتوں کے بشر کیا جانے
 حسن لیلے کو بھلا شمس و قمر کیا جانے
 اور پروانہ بھلا صبر و شکر کیا جانے
 نور کیا شے ہے بھلا کور نظر کیا جانے
 ہے جو دونوں سے پرے اسکو مگر کیا جانے
 جو نہیں اس سے ملا۔ اسکی خبر کیا جانے

حکیم نند لال صاحب حکیم حاذق کے چند خاص محرمات

خوراک ایک خوراک کھلا دیں۔ بہت جلدی طبیعت سنبھل جائیگی
قیمت فی ماشہ ۵/- (16 خوراک)
جسب گڑھ دشنام کمزور ہو جاتا ہے۔ تو پیشا
اکسیر لول :- بار بار آتا ہے۔ بڑھوں میں یہ تکلیف اکثر
پائی جاتی ہے۔ دن رات میں کسی دفعہ پیشاب کے لئے اٹھنا
پڑتا ہے۔ رات کی نیند خراب ہوتی ہے۔ قیمت ایک ماہ
کے لئے - پندرہ روپیہ ۱۵/-

جسب وجع المفاصل ریح کی وجہ سے پیدا ہوں یا بطن کی
وجہ سے یا لورک ایڈ کے سبب ہونے سے سب کے لئے یکساں
مفید ہیں۔ نئی بیماری پندرہ یوم اور پرانی بیماری ایک ماہ
میں دور ہو جاتی ہے۔ قیمت ایک ماہ کے لئے ۱۵ روپیہ ایک ہفتہ
کے لئے ۴ روپیہ -

آئندہ بتیل :- یہ تیل ہر قسم کے دردوں پر مالش کرنے
سے بہت جلد آرام دیتا ہے۔ درد خواہ لمبیا کا ہو یا گھٹیا کا
ہر حالت میں فائدہ کرتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۲ تولہ ۲/۱

۲ تولہ - ایک روپیہ
مرہم خارش :- کبھی خواہ کسی جگہ پر ہو۔ بیمار کو بہت
پریشان کرتی ہے۔ اس مرہم کی مالش کرنے سے بہت
جلدی آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت فی ڈبہ ایک ادنیٰ ۱۱ روپیہ
نوٹ :- علاوہ ان میں ہر ایک بیماری کے متعلق مفصل
حالات دیکھ کر مشورہ مفت حاصل کریں۔
جواب کے لئے جوابی کارڈ بالفائدہ آنا ضروری ہے۔

اکسیر دماغ المعروف برہمی راساں :- دماغ کی طاقت
کیلئے خاص دوا ہے۔ ہر قسم کی دماغی کمزوری کو دور کرنے کے حافظہ
کو تیز کرتی ہے۔ یادداشت بڑھ جاتی ہے۔ دماغی کام کرنے
والوں مثلاً طالب علموں اور پروفسروں کیلئے نہایت مفید ہے
قیمت ایک ماہ کے لئے 6 خوراک - ۱۵ روپیہ

دوائے ماسخورہ :- آجکل یہ بیماری اس قدر بڑھ رہی
ہے کہ شاید سو میں سے پانچ آدمی اس سے محفوظ رہیں
اس بیماری سے دانٹوں کی جڑیں تنگی ہو جاتی ہیں میوڑھوں
سے خون اور سپ نکلتا ہے۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ ہاضمہ خراب
ہو جاتا ہے۔ دانٹ پلنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ سب نکل
جاتے ہیں اور مصنوعی دانٹوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کیلئے
منجن یا عرش کرنا مفید نہیں رہتا۔ کیونکہ مسوڑھے زخمی ہونے
کی وجہ سے رگ پر داشت نہیں کر سکتے۔ دوائے ماسخورہ
اس بیماری کو دور کرنے کے لئے بہترین دوا ہے۔ صبح و شام
مسوڑوں پر لگا دیں۔ قیمت فی شیشی ۲ تولہ ۲/۱

اکسیر حشیم :- آنکھوں کی تمام بیماریوں کے لئے نہایت
مفید دوا ہے۔ دھند۔ جالاجل۔ لکڑے۔ آنکھوں سے
پانی آنا اور شرفی کو بہت جلد ٹھیک کر دیتی ہے۔ بچوں
اور بڑوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۱ روپیہ
جو اہر مرہم پیش :- دل کی کمزوری کے لئے نہایت
اعلیٰ دوا ہے۔ جس کی پہلی خوراک
ہی اپنا اثر دکھلاتی ہے۔ جب دل دوب رہا ہو۔ ٹھنڈا
پینیدہ آرا ہو۔ اور لہجہ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ہوں تو

لئے کا پتہ :- آئیور ویدک یونانی میڈیکل ہال - 128 - بھگت سنگھ مارکیٹ - نئی دہلی

انسانوں کی بستی

از ناز سونی پتی

اس مکر و فریب کی دنیا میں ہر اہل دل گھبراتا ہے
 ہے صبر و سکون قرار کسے کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے
 اہل انسانوں کی بستی میں جیسے ہمیں زندہ خواہ انسان
 انسان وہ کام کا انسان ہے جو کام انسان کہے آتا ہے
 آرام کے طالب کو ہر دم آرام اٹھانے پڑتے ہیں
 جو دیتا ہے وہ لیتا ہے جو کھتا ہے وہ پاتا ہے
 ساحل کی تمنا کیوں کرتا وہ کوئی سہارا کیوں ڈھونڈے
 موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر جو اپنا دل مہلے پاتا ہے
 اے حضرت دل کچھ پوش میں آ، دیو این ٹھیک نہیں
 تیرے ہر جانی بننے کا ہر کوئی مذاق اڑاتا ہے
 فریاد اثر سے خالی ہو جاتی ہے ہاں معلوم نہیں
 ہم جس کو غم دل کہتے ہیں اس میں کیا کہلاتا ہے؟

اے نانا دادا کے متوالے اے رنگ نور کے شیدائی

وہ تیرے ناز اٹھائینگے؟ جن کے تو ناز اٹھاتا ہے!

زندگی اور موت کے سوال کا حل

از شعی کسایہ امام جی ہسٹنہ بی۔ ایل

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو جانا ہے ضروری مرے گا۔ بات بالکل صحیح ہے۔ اس کے لئے پرمان یا دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ ہم روز دیکھتے ہیں کہ ایک پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا مرتا ہے۔ بلکہ جو ہمارے روبرو پیدا ہوا۔ پرورش پائی۔ اور بچہ سے جوان ہوا۔ وہی ہمارے دیکھتے دیکھتے موت کی گود میں جاسویا۔ یہ سب کچھ بازیگر کے نقشہ کی طرح ہو گیا۔ بازیگر نے اگر نقشہ کرنا شروع کیا۔ سب کے سامنے آم کی گھٹلی زمین میں دبائی۔ پانی ڈالا اور پھیلانی۔ کچھ دیر بعد پودا بن گیا۔ پھر درخت ہو گیا۔ پھول آگیا۔ پھل لگ گیا۔ سب نے اچھی طرح سے دیکھا لیکن چادر کے اٹھاتے ہی درخت غائب۔ چلو نقشہ ختم۔ عجب ہوا آتما امر ہے۔ وہ بذات خود ناش ہونے والا نہیں ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک شکل یا صورت میں رہنے والا بھی نہیں۔ سنسار میں جس قدر بار تھہرے ہیں۔ جتنی بھی اشیائے ہیں۔ ہستی سب کی قائم ہوتی ہے۔ لیکن ایک شکل میں نہیں۔ سونا ایک چیز ہے۔ کنگن اس کی شکل ہے۔ جب کنگن سے اسی تیار کردائی گئی۔ تب شکل تو تبدیل ہو گئی لیکن سونے کا وجود اسی طرح کام کرتا ہے۔

دچارنے کی بات ہے۔ کہ کیا کوئی ہمیشہ ایک شکل میں قائم رہ سکتا ہے۔ تو سب ہی جواب دیں گے کہ نہیں کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ ہر ایک کو بتا رہا ہے کہ جو پیدا ہوا ہے۔ ضرور مرے گا۔ انسان کا تو بصورت جسم روح کے جدا ہونے ہی خاک میں ملی کر خاک ہو جاتا ہے۔ اس کے ذرے دوسری شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پہلی شکل معدوم ہو جاتی ہے۔ نظر تک نہیں آتی۔ اسی کو لوگ مرنا کہتے ہیں۔ جو مر گیا سو مر گیا۔ پھر وہ کہاں۔ یہ ضرور ہے کہ مرنے والے کی امر تمام کسی دوسری شکل کو اختیار کر کے دنیا میں آ موجود ہوتی ہے۔ لیکن وہ پہلی شکل تو غائب ہو جاتی ہے۔ وہ تو لاکھوں تدابیر کرنے پر بھی نہیں مل سکتی۔ بس یہی ایک درجہ ہے کہ مرنے کا دکھ مانا جاتا ہے۔ درنہ بات ہی کیا ہے ایسا تو جونا ہی ہے۔

دنیا دی عیش و عشرت میں پھنسا ہوا انسان۔ جذبات کا غلام بنا ہوا انسان۔ رغبت اور نفرت کے دو پاؤں میں آیا ہوا انسان۔ یہ سب سوچتا ہے کہ یہ میری ہستی برائے نام ہستی ہے۔ میری ذات، کوئی شکل نہیں۔ صورت نہیں۔ تصور نہیں۔ ہوتی نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اس جسم کی ہے۔ اور یہ جسم مجھ سے جدا ہے ایک روز تو بالکل ہی جدا ہو جاوے گا۔ اور مجھے کوئی دوسرا جسم دھارن کرنا پڑے گا۔ میں اسی طرح شروع سے جنم مرنے کے سلسلہ میں گرفتار چلا آ رہا ہوں اور جب تک اس جہنم کے چکر سے چھوٹ کر نجات نہ پاؤں گا۔ تب تک اسی طرح گھومتا رہوں گا اور دکھاتا رہوں گا یہ نہیں سوچتا کہ دنیاوی ساز و سامان سب مجھ سے جدا ہی ہیں۔ اور سب ناش ہونے والے ہیں۔ میرا ان سے کوئی بھی سمبندھ نہیں ہے۔ اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

یہ نہیں سوچتا کہ گھر مارے لوگ اور پار دوست یہ بھی سب مجھ سے جدا ہی ہیں۔ نہ یہ میرے ہو سکتے ہیں اور نہ

میں اُن کا۔ دُور دراز کے مسافروں کی طرح سے ریل کے کمرے میں آجھ ہوئے ہیں۔ جس وقت جس کا مقام آئیگا وہ اُسی وقت اپنا ڈنڈ ٹکٹل اٹھا کر چلتا ہے گا۔ غرض سوچنے کیلئے سب کچھ ہے۔ اور یہی وجہ اس کو نیکی کے راستہ پر لا سکتی ہے۔ انسان کی پُر جاپا کھٹ۔ روزہ نماز۔ عبادت بندگی۔ اور جو کچھ بھی یہ البشور کے لئے یاد دھرم کے نام پر کرتا ہے۔ تب ہی سچھ ہو سکتی ہے۔ کہ جب اپنے آپ کا دُچار کرے ورنہ سب کچھ بے سود۔ مراد آباد کے برتن مشہور ہیں۔ لکھنؤ میں کھڑا بنتا ہے۔ اگر وہ میں دریاں تیار ہوتی ہیں۔ کلکتہ اور بمبئی تجارت کے دو بڑے شہر ہیں۔ اس سبق کو روز رٹے جائیے۔ نتیجہ کچھ بھی نہیں ہاں ان میں سے کوئی تجارت کر کے روپیہ کمایا جادے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔

اے دُنیا دارو! یا دُنیا پرستو! زندگی کے بعد موت ہے۔ موت کے منہ میں پڑنے سے پہلے زندگی کو کامیاب بنالو۔ تم نے سنا ہوگا کہ بہت سے راجہ بہار راجہ امر سوئے۔ یعنی اُن کی کیرلی اُن کی نیک نائی اُن کی زندگی کے کارنامے آج تک زبانِ دُخلائی ہیں۔ اسی لئے اُن کو امر کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ بقول سعدیؒ زندہ است نامِ نر شیرِ دالِ ابدل۔ مگر چہ بسے گذشت کہ نر شیرِ دالِ نمائد۔ آپ بھی اپنے آپ کو نیک بنادیں۔ پھر آپ بھی اُسی درجہ کے مستحق ہو جا دیں گے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرنے کو سب ہی مریں گے۔ حاکم بھی مرے گا اور محکوم بھی۔ نیک بھی مرے گا اور بد بھی۔ دھرماتا بھی مرے گا اور ظالم بھی۔ بھلا بھی مرے گا اور بُرا بھی۔ جوان بھی مرے گا اور بوڑھا بھی۔ امیر بھی مرے گا اور فقیر بھی۔ ستارے دالا بھی مرے گا اور ستایا جانے والا بھی۔ شہ زور بھی مرے گا اور کمزور بھی۔ غرضیکہ مریں گے سب باقی کوئی نہیں بچے گا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ کوئی دُورن پہلے جائیگا اور کوئی دُورن پیچھے پھر اس سے کیا جانا تو سب کو ہی ہے۔ اب سوال جانے یا نہ جانے کا نہیں ہے۔ بلکہ سوال ہے نیک نام اور امر پُرس کا۔ سوال ہے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کا۔ اور سوال ہے دُنیا میں شانِ اُرد و کھ پھیلانے کا۔ یہ سب کچھ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اپنی اصلیت پر غور کیا جاوے۔ اپنی طاقت کا اندازہ لگایا جاوے اپنے اور غیر کے سمندر میں نظر ڈالی جاوے اور قانونِ قدرت کے مطابق عمل کیا جاوے۔ ورنہ یہ کل جو تھا موجود ہم میں آج وہ معدوم ہے۔ کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ محروم ہے۔

”نشری رام مہا“۔ ۱۶ صفحہ کا خود بصورت ٹریکٹ جیسے بھگوان رام کی ہمیں شاندار بھجن اکثریت کے لئے ہیں۔ مفت حاصل کریں۔ لینے کا پتہ:۔ منویر لال ادبرائے ۱۵ سکلا رکی ٹاؤن ناگپور

”کھنسی صاحب“۔ ترجمہ حکیم ربیلہ اس جی مضطر۔ قیمت حصہ اول ایک روپیہ حصہ دوم دو روپیہ۔ ریسرچ سوسائٹی۔ مصنف حکیم ندلال پوری قیمت رعایتی صرف ۱۱/۸۱

رسالہ ”ادم“ دہلی امبیری ٹیکٹ سے حاصل کریں:

فہرست کتب

دھارمک کتابیں

جو دفتر رسالہ اوم سے دستیاب ہو سکتی ہیں

شرید بھاگوت پوران :- مترجم شریمان

جگم 864 صفحات کلاں قیمت رعائتی 8/8/-

شری چتینہ بھگت مال :- جگم 900 صفحات

شری لوگ و ششٹ ہمارا سائن

جگم 300 صفحات - قیمت 3/-

روحوں کی دنیا :- یعنی زندگی موت اور اس کے

افریقہ نواسی - قیمت 3/8/-

مترک روحوں وارتالاپ

تلسی رامائن :- اردو مجلد بالعمود 8/8/-

بالیکی رامائن :- منشی ودار کا پرشاد افق 9/8/-

چپ جی و سکھنی خواجہ دل محمد 3/4/-

گیت :- خواجہ دل محمد 2/4/-

سکھنی صاحب حکیم بیللاس حصہ اول 1/-

کلام مضطر حکیم ربیل داس - آٹھ آنے 1/8/-

امرت سرود کلاں :- ہانا بھاگل جی سائی 10/8/-

امرت سرود رتھورد :- ہانا بھاگل جی سائی 1/8/-

شانتی کے گرو :- 1/4/-

اصل جنم ساگھی گوردانک صاحب 8/-

سالنامہ اوم نارائن انک 1/-

سالنامہ ویدانت انک 2/-

سالنامہ شتوانک :- ہندی 1/4/-

ہما بھارت حصہ اول 720 صفحات 10/8/-

برہمچریہ ڈرامہ :- سوامی شواندی 1/8/-

آتش ناتک سنوادر :- 1/4/-

حب وطن :- دیوان پنڈی داس قمر 1/-

ارمغان سخن :- از حب لال رعد 2/-

انسان اور سائنس پر نیپل جیمیل داس 1/8/-

ٹیگور ڈرامے :- 2/8/-

پنڈت جی :- مصنفہ شرت چند 2/-

برہمی دیوی :- 2/-

رام درشن :- 1/-

گیت رتن منظوم جو سال 1957ء میں رسالہ اوم میں شائع ہوئی تھی 1/-

رتن رامائن (منظوم) 1/4/-

ویر رانی ڈرگاوتی نانک 1/4/-

گنگا کبیر بھجن مالا 1/8/-

کتاب نشی سورج نارائن ہر

روحانیات کہانیاں مجلد 3/8، پچاساگر 8/1

کلام ہر - 1/ گیتا ہر شرح - 1/8/1

فلسفہ سانکھیہ 8/ غزلیات ہر 8/

سانکھیہ اور دیدانت - 8/ تصانیف ہر 8/

مثنویات ہر - 8/ - 1/8/ راج یوگ - 1/

کریم یوگ - 8/ بجکتی یوگ - 8/

تلسی کریت رامائن - 8/ گلدستہ نظم حقہ اول

حصہ دوم - 6/

کتاب لالہ کانشی رام چاولہ -

امرت کند - گیتا چمک - گیتا لک

1/8/1 - 1/ - 1/4 -

گیتا چمک - گیتا لک - نادانیاں

1/ - 1/ - 1/4 -

جیون چتر سوامی خزان چند جینی - 2/

Illumination of life - 2/

لطف زندگی - ذرا سا آدرش گریہ

2/ - 1/8/1 - 1/ -

پریت سینہ - انسان - آدرش تہذیب

1/5 - 2/ - 8/

کتاب ہما تما شوبرت لال ورم

کیر بھجاولی - روحانی اشارے - پراسر

2/4 - 1/4/1 - 1/8/1

شاہی سیاسی باپاراول - کیا مہند قوم نظم

1/8 - 1/8/1 - 1/8/1

درائے کشن چند زیبا

کایا پلٹ - 1/12/1 - زنجی پنجاب - 2/

دیدانت پر دیشکا - (ہندی) مصنفہ شری پریمودت

گرودریان پرستی - صفحات 164 - 0-0-1

شرید بجکت گیتا سپورن انکھارہ ادھیلے مہہ ماتم

نیمت - 2/ -

ہندو دھرم درپن مصنفہ لالہ ہرگوبند صاحب - 2/

رہبر صحت - حکم نند لال صاحب - 1/8/1

گوبند و لاس دیندی سوامی گوبند انندی - 1/8/1

اناسکتی یوگ یعنی گیتا پودھ ہما تما گاندھی - 2/4/1

دیدانت چھند اولی - حصہ اول - حصہ دوم

مصنفہ بھولا بابا - 8/

بھجن میراں بابی - 6/

یوگ آسن، 1/5 - 6/ ودریتی

روحانی دینا - 8/ چانکیہ نیتی - 6/

کیر دہادی - 2/ تلسی دہادی - 2/

سچے گورو کی پہچان - 2/ صبر کی انتہا - 2/

ایک ہی راستہ - 8/

آئندہ کاسٹری - 8/

ہرشی اور جکت گورو - 6/

شو پوران مجلد 2/8/1 درگا چندی شکتی - 1/8/1

گرٹ پوران - 1/4/1 - الیکا دشی ہاتم - 1/

رشی کیش کا ہاتما - 1/ - پریم پشیا بجلی - 1/

سرگزشت ٹالٹانی - 1/8/1

تحفہ درویش یعنی پھول کا ہار - 2/

سواخ جیات سوامی رام تریہ - 1/4/1

پریم آنند کی پراپتی مصنفہ پنڈت جی رام - 1/2

آب گنگ - 1/1/1

کوثر و تسنیم - 1/ -

جسمائے ناب - 1/ -

نرٹل وچن امرت - 1/ -

پدم پوران انگ ۶/-
 مہا بھارت انگ ۱۵/-

ہندی کتب

پاتنجل یوگ پردیپ ۵/۸
 ستیا رتنہ پرکاش ہندی جملہ ۵/۸
 ہرتال کا برت کھٹا - دس آنے ۱۰/-
 پنچمی برت کھٹا - دس آنے ۱۰/-
 برتارک ٹیک ۲/۸

مہا بھارت - از پرنسپل ۲/-
 مہا بھارت ہندی لیکچر ماسٹر ۵/۸
 مہا بھارت : ہندی لیکچر ماسٹر سین دیوانکار ۱/۴
 پنچ تنتر ہندی ۵/-
 امرت و دیا سوای پارس ناتھ ۳/-
 راشٹر تین لیکچر سوای شری سیری نارائن ۲/۸
 دوہا مان سر دور رعائتی قیمت ۷/۸

بھگوت گیتا بطرز رادھ شیان - از قلم لالہ بھورام
 قیمت :- ۱/۸

تیسرا و شویدھ :- از یوگی کیدار ناتھ کوشل
 ۲/۸

onside Vrinda Ban مصنف :-
 شری مگن ناتھ کھنہ بی - اے - بی - ٹی -
 قیمت ۱/۵۵ روپیہ

لنگوٹ والا - سرون کمار دان دیر کرن
 ۱/۸ - ۱/۴ - ۱/۱۲

ستیا دان سادتری دھرم ادھرم
 ۱/۸ - ۱/۸

گرتجوٹ مزدور اولین عبادت
 ۱/۱ - ۱/۸

بھرتی دیر آگ شتک ۱/۱ - ۱/۱

ضروری اطلاع

رسالہ اوم کے ایک پریسیجن اپنا پورا ناسٹاک
 متعلقہ رسالہ اوم فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی
 سبجکٹ کو درکار ہو تو وہ منگوا سکتے ہیں۔ فہرست
 ملاحظہ فرمائیں :-

- ۱۔ رسالہ جات ستمبر ۳۶ تا دسمبر ۳۶ ۲/-
- ۲۔ فائل سال ۵۳ مارچ تا دسمبر ۵۳ ۵/-
- ۳۔ مکمل فائل ۵۴ مہ یوگ انگ ۶/-
- ۴۔ مکمل فائل ۵۴ آدیا سنا انگ ۶/-
- ۵۔ مکمل فائل ۵۷ مہ سنت انگ ۶/-
- ۶۔ مکمل فائل ۵۸ مہ دیدانت انگ ۶/-
- ۷۔ مکمل فائل ۵۹ مہ سادھو انگ ۶/-
- ۸۔ مکمل فائل ۶۰ مہ بھگت مال انگ ۶/-

رسالہ کلیان ہندی کے مندرجہ ذیل انگ براے
 فروخت موجود ہیں۔ ہندی پریسیجن منگوا کر لایو
 اٹھادیں۔

نار دیشو پوران انگ قیمت ۷/۸
 بھگتی انگ ۷/۸
 تیرتھ انگ ۷/۸
 ست کھٹا انگ ۷/۸

Vol. 28

Monthly 'OM' Delhi.

JUNE 1961

Regd. No. D. 84

Food Value
ADDED IN
Paljee's

**RICH FRUIT
CAKE**

Paljee's Fruit Bars
contain 11 nourish-
ing and delicious
fruits and other
ingredients rich in
Vitamin A 1, B 2,
Niacin and Iron.
They are an ideal
food for you and
your family. An
ideal treat in all
the seasons.



Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5